شادی

آپس کا حُسن سلوک

جدائی، صبر

مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش مرحوم

کے خطوط اور خودنوشت حالاتِ زندگی سے ماخوذ

امۃ الباری ناصر

مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش مرحوم
کے خطوط اور خودنوشت حالاتِ زندگی سے ماخوذ

شادی
آپس کا حُسنِ سلوک
جُدائی، صبر

روزنامہ الفضل انٹرنیشنل لندن
میں شائع شدہ مضامین

امۃ الباری ناصر

اہم نکات

۞ اباجان ہر سال ایک مہینہ وقفِ عارضی پر جماعت کے انتظام کے تحت جاتے تھے۔ اباجان کے لئے یہ نیکی بھی امی جان کے تعاون سے ممکن ہوئی۔ صفحہ نمبر 14

(الفضل انٹرنیشنل۔4 جنوری 2022ء)

۞ جماعت کے لئے قربانی اور جدائی کو قبول کرنے والے کوئی الگ مخلوق نہیں ہوتے۔ جذبات میں آنے والے منہ زور طوفانوں کا خدا کی طرف رُخ پھیر کر آنسوؤں سے ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے۔ جدائی اور صبر کا جو امتحان شروع ہؤا تھا اس کی طوالت کا اندازہ نہیں تھا۔ صفحہ نمبر 25

(الفضل انٹرنیشنل۔7 جنوری 2022ء)

۞ اکتوبر 1947ء سے اپریل 1949ء تک رتن باغ میں قیام رہا پھر حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ نے تازہ بستی ربوہ آباد کی۔ صفحہ نمبر 39 (الفضل انٹرنیشنل۔11 جنوری 2022ء)

۞ آپا کی شادی کے وقت اباجان نے ہر جذباتی ریلے کا رُخ حمد و شکر کی طرف پھیر دیا۔ امی کو نصیحت کی کہ شادی پر زیادہ خرچ نہ کرنا۔ صفحہ نمبر 50 (الفضل انٹرنیشنل۔14 جنوری 2022ء)

۞ آپ کی والدہ ماجدہ مبارکہ مقدسہ نے میری رائے کو ہمیشہ فوقیت دی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ذہنِ رسا دیا تھا۔ صفحہ نمبر 65 (الفضل انٹرنیشنل۔18 جنوری 2022ء)

۞ اس وقت سلسلہ سے عشق و محبت یہ تقاضا کرتا ہے کہ مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ کسی چیز سے محبت نہ کرو صرف الٰہی سلسلے سے۔ کسی شخص کو ترجیح نہ دو بس خدا کے ہو جاؤ۔ صفحہ نمبر 83

(الفضل انٹرنیشنل۔21 جنوری 2022ء)

۞۞

شادی

آپس کا حُسنِ سلوک

جدائی،صبر

یہ چند الفاظ جو عنوان بنائے ہیں میرے والدین کی مکمل داستان حیات ہے۔جس میں ایک عہد کی پوری تاریخ ہے۔ جذبات کی قربانی کی دل گداز کہانی ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے وابستگی کس طرح اسلام کے ابتدائی دَور کے بدری صحابہؓ جیسی قربانیوں کا مزاج بنا دیتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کیسے ان کا اجر عنایت فرماتا ہے سب اس کہانی میں ملے گا۔ راقم الحروف اپنے والدین کے آٹھ بچوں میں چھٹے نمبر پر پیدا ہوئی۔ چھ سال کی تھی جب پاکستان آ گئے جب ہوش سنبھالا ابا جان کو قادیان میں درویش پایا اور سادہ سی باوقار امی جان کو بچوں کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں مصروف دیکھا۔ دونوں کو ایک ساتھ رہتے سہتے دیکھنے کا بہت کم موقع ملا۔ پہلی دفعہ 1954ء میں ابا جان ربوہ آئے پھر 1980ء تک کبھی کبھی مختصر سی چھٹی لے کر آیا کرتے تھے۔ اگر یہ سارا عرصہ شمار کریں تو کتنا بن جائے گا۔ یہی کوئی اڑھائی تین سال۔ بس مجھے ابا جان کا ساتھ اسی قدر میسر آسکا۔

ابا جان امی جان کی کہانی کا ایک ماخذ ابا جان کے خطوط ہیں۔ یہ خط عام طور پر بڑے بہن بھائی کے نام ہوتے ابا جان کی شکستہ پختہ تحریر پڑھنے میں امی جان کو دقت ہوتی دوسرے وہ خود جواب نہ لکھ سکتی تھیں اس لیے یہ ایک طرح کے کھلے خط تھے۔اس میں امی جان کے نام پیغام ہوتے جواب بھی بچے ہی لکھتے۔اس خط وکتابت اور پھر اس کی حفاظت کے لیے میں اپنی امی جان اور بڑے بہن بھائیوں کی شکرگزار ہوں۔جب یہ خطوط پڑھتی ہوں تو لگتا ہے کئی زندگیاں اپنے والدین کے ساتھ گزاری ہیں۔

یہ ایک جانی ہوئی حقیقت ہے کہ خطوط میں انسان تمام تر سچائی اور خلوص کے ساتھ دل کھول کے رکھ دیتا ہے۔تکلف اور بناوٹ نہیں ہوتی ان خطوط میں سچے، کھرے، حقیقی، بے لاگ جذبات کا ایک جہان ہے جو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔دوسرا ماخذ ابا جان کی تحریر کردہ یادداشتیں ہیں اور تیسرا گھر اور خاندان کے بڑوں کی باتیں پھر اپنا مشاہدہ ہے۔ان سب کو چشمِ تصور سے یک جا کر کے ایک سوانح مرتب کی ہے۔اللہ تعالیٰ میرے والدین کے درجات بلند فرماتا رہے۔آمین۔

شادی

مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ کی بیٹی تھیں جو بّبے ہالی (مشرقی پنجاب) نامی گاؤں میں رہتے تھے۔آپ مشہور علم دوست شخصیت تھے۔سکول ٹیچر تھے۔پنجابی شاعر کی حیثیت سے معروف اور مقبول تھے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے، آپؑ کے دعویٰ سے پہلے کے، عقیدت مند تھے۔قادیان کے صحابہؓ کی

فہرست میں آپ کا نام درج ہے:

’’مولوی اللہ بخش صاحب دربان ولد میاں شاہ دین صاحب ببّے ہالی ضلع و تحصیل گورداسپور سن بیعت 1905ء سن زیارت 1880ء۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ 141)

رجسٹر روایات صحابہؓ میں بھی آپ کی روایات درج ہیں۔احمدیت قبول کرنے کے حالات پر ایک طویل پنجابی نظم کہی جو ایک تبلیغی دستاویز اور اس زمانے کے حالات کی عکاس ہے۔حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔آمنہ بیگم سب سے چھوٹی تھیں۔حکیم صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان سے بہت پیار تھا۔احمدیت کی لذّت سے آشنا ہو چکے تھے۔بچی پیدا ہوئی تو سوچا کہ اس کی شادی احمدیوں میں کریں گے اس خیال سے اُن کا دھیان ایک احمدی دوست میاں فضل محمد صاحب کی طرف گیا جن کے ہاں نوعمر بیٹا تھا۔اُن کو اپنی نوزائیدہ بیٹی کے لیے مناسب رشتہ مل گیا۔حضرت منشی جھنڈے خان صاحبؓ کو پیغام دے کر قادیان بھیجا کہ جا کر فضل محمد صاحب کو ہمارا سلام کہیں اور یہ پیغام دیں کہ آپ کا جو بیٹا عبدالرحیم ہے وہ آج سے ہمارا ہوا۔اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

منشی صاحبؓ سے حکیم صاحبؓ کا پیغام سن کر میاں فضل محمد صاحبؓ نے کہا:

’’جزاکم اللہ احسن الجزاء۔میں لڑکے کی والدہ کو آپ کے گاؤں بھیجوں گا۔‘‘

اس طرح اس رشتے کی بنیاد صرف اور صرف احمدیت کی محبت پر رکھی گئی۔

آمنہ بیگم ابھی کم سن تھیں کہ والدہ کی وفات ہوگئی۔ بڑے بہن بھائیوں کی شادیاں ہوچکی تھیں گھر کی دیکھ بھال کے لیے کوئی نہ تھا ننھی بچی کو گھر سنبھالنا پڑا۔ گھر کا کام کرنا بہت مشکل تھا روٹی بنانی نہیں آتی تھی آٹے کے گولے سے بنا کر کوئلوں پر ڈال دیتیں پھر باپ بیٹی اوپر سے جلا ہوا حصہ چھیل کے کھا لیتے۔ گاؤں میں احمدیت کی مخالفت بہت زیادہ تھی بعض دفعہ اشیائے خورونوش حاصل کرنا بھی مشکل ہوتا۔ ان حالات میں سکول جانا مشکل تھا ابتدائی تعلیم بھی حاصل نہ کرسکیں۔

مکرم عبدالرحیم صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کے دوسرے بیٹے تھے۔ میاں صاحب اور ان کی اہلیہ حضرت برکت بی بی صاحبہ نے 1896ء میں احمدیت قبول کی تھی آپ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے خدائے قادر کی طرف سے برکات کے دگنی ہونے کا مژدہ دیا تھا۔ حکیم صاحب کی طرف سے رشتے کی بات کے سات آٹھ سال بعد حضرت میاں صاحب کو خیال آیا کہ حکیم صاحب نے رشتہ بھیجا تھا ان کو ہاں تو کردی تھی لڑکی کو دیکھنا بھی چاہیے۔ چنانچہ آپ کی اہلیہ حضرت برکت بی بی صاحبہؓ اپنی ایک قریبی عزیزہ کے ساتھ بیّے ہالی گئیں۔ بچی کو حسن صورت اور حسن سیرت سے مزین دیکھ کر خوش ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر بات پکی کر آئیں۔ کوئی رسم ادا نہ کی۔ والدہ صاحبہ نے گھر آکر اپنے بیٹے عبدالرحیم کو اپنے پاس بلایا گود میں لے کر بڑے پیار سے منہ چوما اور ہلکی سی پیار بھری تھپکی لگاتے ہوئے کہا:

’’بچے تیری بیوی دیکھ کر آئی ہوں لڑکی کیا ہے جنت کی حُور ہے۔‘‘

حضرت برکت بی بی صاحبہؓ حضرت ام المومنینؓ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتی تھیں آپس میں سہیلیوں کی طرح پیار تھا ان کی خدمت میں رہنے کے لیے بار بار قادیان آتیں۔ آکر ’الدّار‘ میں ٹھہرتیں۔ آپ نے قادیان کے قریب آنے کی خواہش میں قادیان کے جنوب میں آدھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ننگل باغباناں میں ایک مکان لیا اور بچوں کے ساتھ اُس میں منتقل ہو گئیں۔ قادیان قریب ترَ ہو گیا مگر اتنی دوری بھی گوارانہ ہوئی اور بالآخر 1916۔1917ء میں یہ خاندان ہجرت کر کے قادیان آبسا۔

قادیان کے جس محلے میں آپ نے مکان بنایا اُس کا نام حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے ’محلہ دارالفضل‘ اور آپ کے مکان کا نام ’فضل منزل‘ رکھا۔ قادیان آکر آپ کا انتقال ہو گیا اللہ پاک نے پانچ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا تھا۔

حضرت صاحبؓ کی تحریک اور تجویز پر میاں صاحب کی دوسری شادی محترمہ صوباں بیگم صاحبہ سے ہوئی جن کے اپنے پہلے شوہر سے تین بچے تھے۔ دو بچے یہاں آکر ہوئے۔ موصوفہ بہت نیک فطرت، خدا ترس، غریبوں کی ہمدرد اور ہر ایک سے حسنِ سلوک کرنے والی تھیں، آپ کے مزاج میں جو پیار محبت تھا اُس نے گھر میں پیار محبت کی فضا بنائی ہوئی تھی۔

عبدالرحیم بہت ذہین طالب علم تھے۔ جماعت چہارم میں وظیفہ کے امتحان کے لیے منتخب ہوئے۔ امتحان کی خوب تیاری تھی۔ ایک بزرگ استاد نے جائزہ لیا تو اس

بات پر حیران ہو گیا کہ بچہ بڑے بڑے سوال آسانی سے زبانی ہی حل کرتا جا رہا ہے۔ استاد صاحب نے شاگرد کو اپنی خوشنودی سے نوازتے ہوئے بازار سے تمبا کو خرید کر لانے کی خدمت تفویض کر دی۔ اس خدمت کے دوران امتحان کا وقت نکل گیا یا یوں کہہ لیں کہ قدرت نے لائن تبدیل کر دی۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ جگہ ملی۔ ایک بزرگ استاد کلاس میں داخل ہوتے ہی پیار و محبت کے اظہار کے طور پر پچھلے بنچ پر بیٹھے طالبعلموں کو ایک ایک ہاتھ رسید کرتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ یہ حسنِ سلوک عجیب لگا۔ والد صاحب سے ذکر کیا۔ انہیں اپنے کاروبار میں ایک مددگار کی ضرورت تھی۔ بڑے بھائی مدرسہ احمدیہ میں ہی پڑھ رہے تھے۔ فرمایا:

''بیٹا تم کاروبار میں میری مدد کیا کرو۔''

اس طرح چھوٹی عمر میں ہی کاروباری ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

میاں عبدالرحیم صاحب جب اکیس سال کے ہوئے تو 1924ء میں ان کا نکاح آمنہ بیگم صاحبہ بعمر اندازاً پندرہ سال سے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے قادیان میں پڑھایا۔ شادی خانہ آبادی 26/جنوری 1925ء کو ہوئی۔

بارات شہر سے گاؤں لے کر جانے کے لیے بس کرائے پر لی گئی اُس زمانے میں یہ انوکھی بات تھی۔ عرصے تک چرچا رہا۔ گاؤں گئے تو معلوم ہوا کہ باراتیوں کے لیے کھانا ہندو باورچیوں سے بنوایا گیا ہے۔ کچھ تردّد کا اظہار کرنے پر سارا کھانا وہاں کے مقامی لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ کھانا نئے سرے سے مسلمانوں سے پکوایا گیا۔ گاؤں کی اَن پڑھ کم عمر دلہن جو حسنِ فطرت اور حسن تربیت سے مزیّن تھی فضل منزل میں ایک بھرے

پُرے بابرکت گھر میں داخل ہوئی۔ بیوی کو دیکھا تو اپنی والدہ صاحبہ کے الفاظ یاد آئے۔ وہ تو واقعی حُور تھیں۔ صحن کے جنوب مشرقی کونے میں ایک کمرہ بنوایا گیا تھا۔ بڑے بیٹے حضرت عبدالغفور صاحب ؓ کی فیملی کے لیے بھی ایک کمرہ کا اضافہ ہوا تھا۔

دلہن کی بیماری اور شفا

دلہن کو شادی کے بعد شدید بیماری کا سامنا کرنا پڑا۔ ابا جان نے اپنی ڈائری میں اس کا احوال یوں لکھا ہے کہ ”دعوت ولیمہ ہو رہی تھی حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ؓ تشریف لائے ہوئے تھے میں نے بیوی کو کہا کہ آؤ دیکھو حضور تشریف لائے ہیں مگر اُس کو بخار چڑھ رہا تھا۔ اچھی طرح دیکھ نہ پا رہی تھی پھر بخار بہت تیز ہو گیا اور خطرناک صورت اختیار کر گیا۔ کسی طرح آرام نہ آ رہا تھا میں حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے درخواست کرنے گیا۔ میری پریشانی دیکھ کر حضور نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو معائنہ کی ہدایت فرمائی آپ اُس وقت قادیان کے نواحی علاقے میں ٹینس کھیل رہے تھے حضور کا ارشاد سن کر میرے ساتھ تشریف لائے ڈاکٹر رشید الدین صاحب بھی تشریف لائے اور مشورہ سے نسخہ تجویز کیا۔

مکرم حکیم صاحب کو بھی ان کی بیٹی کی بیماری کی اطلاع دی گئی آپ نے سفر کے لئے ایک گھوڑا رکھا ہوا تھا گھوڑے پر قادیان آئے بچی کی حالت دیکھی خود حکیم تھے بیماری کی شدت کا اندازہ تھا افسردگی سے فرمایا:

”اچھا اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا میری بچی تو زندگی میں ہی جنت میں آ گئی تھی۔“

چند دن ٹھہر کر آپ واپس تشریف لے گئے آمنہ کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔جس طرح میری والدہ صاحبہ کو وہ ایک نظر میں بھا گئی تھی میرے بھی دل میں گھر کر گئی تھی۔ایک سچا عاشق جس طرح اپنے معشوق کی علالت میں تیمارداری کرسکتا ہے میں نے اس سے بڑھ کر کی۔کوئی کسر نہ چھوڑی۔آخر سب نا اُمید ہوکر تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ تیمارداری، علاج معالجہ دیکھ پرداخت پر توجہ کم ہوگئی۔مگر ایک میں تھا کہ راتوں کو جاگتا اور دن بھر پٹی سے لگا رہتا۔بس نہ چلتا کہ خود کو قربان کر کے اُس کو بچالوں۔ایک رات ایسی آئی کہ والد صاحب آئے نبض دیکھی اور مایوس ہوکر لیٹ گئے۔سب گھر والے سو گئے۔میں جاگ رہا تھا اور حسب معمول اللہ تعالیٰ سے اُس کی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔اُس کی بیماری نے مجھے دعا مانگنے کا سلیقہ بھی سکھا دیا تھا۔بیماری کو ایک ماہ چودہ دن ہو گئے تھے۔اتنے لمبے عرصے کے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں اور گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور کہا آپ ابھی تک بیٹھے ہیں سو کیوں نہیں جاتے؟ میں نے بے ساختہ کہا تم کو اس حالت میں چھوڑ کر نیند کیسے آسکتی ہے؟ اس نے کہا:

”اچھا۔جزاک اللہ۔مجھے بھوک لگی ہے۔“

پاس ہی یخنی پڑی تھی چند چمچ دیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے جا کر والد صاحب کو بتایا وہ بھی بے حد خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔اُس وقت میری بیوی نے مجھ سے پہلی فرمائش کی جس سے اُس کی قادیان سے محبت پھوٹی پڑتی ہے بے حد نحیف آواز میں کہا:

”آپ مجھے مسجد اقصیٰ کے کنوئیں کا پانی پلا سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام استعمال کیا کرتے تھے؟“

عقیدت ومحبت کے عالم میں یہ پانی آبِ شفا بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے آمنہ کو نئی زندگی عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہم میاں بیوی کو آپس کی گہری محبت سے نوازا کچھ مدت کے بعد اُس کے بھائی میاں احمد دین صاحب اُسے گاؤں لے جانے کے لئے آئے تو بھیجنا مشکل ہو رہا تھا۔اُس کو گھوڑے پر سوار کر کے روانہ تو کر دیا مگر واپسی پر گھر کا فاصلہ اس قدر دراز اور بوجھل لگا کہ طبیعت قابو میں نہ رہی۔حضرت نواب صاحبؓ کے کنوئیں پر بیٹھ کر دل ہلکا کرنے کی کوشش کی پھر آنکھیں صاف کیں اور افسردگی سے گھر آ کر کام میں مصروف ہو کر غم غلط کیا۔

امی جان نے اپنے سسرال میں اپنی اطاعت،فرمانبرداری،محبت اور خوش مزاجی سے سب کے دل جیت لیے۔گھر کے کاموں میں محنت سے ہاتھ بٹاتیں۔بڑوں کے احترام اور چھوٹوں سے پیار نے ان کو ہر دلعزیز بنا دیا۔دادا جان کی دکان کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتیں اور دعائیں لیتیں۔اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا۔پہلی بیٹی امۃ اللطیف کی پیدائش کے بعد سے امی جان ابا جان کو ”لطیف کے ابا“ کہنے لگیں پھر ہم نے ساری عمران کے منہ سے ابا جان کے لیے ”لطیف کے ابا“ ہی سنا۔فضل منزل میں ماحول خوشگوار رہتا سب افراد خانہ ایک دوسرے سے بہت تعاون کرتے۔گھر میں کبھی

سگے سوتیلے کا سوال پیدا نہ ہوا۔فضل منزل میں مجھ سے بڑی تین بہنیں اور دو بھائی پیدا ہوئے۔

ابا جان دکان پر دادا جان کے ساتھ کام کرتے۔کاروبار اچھا تھا۔کام بڑھ گیا تو ابا جان نے مسجد مبارک کے چوک میں ڈاکٹر سیّد غلام غوث صاحب کی دکان کرایہ پر لے کر الگ کام شروع کیا اس دکان میں سولہ سال کام کیا جب الگ دکان شروع کی تو فاصلے کی وجہ سے روز آنا جانا مشکل لگتا۔والدین کے مشورے اور اجازت سے ریتی چھلے کے سامنے دارالفتوح میں اپنا مکان بنایا اور اُس میں منتقل ہو گئے۔بعد میں پہلی دکان کے بالکل سامنے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی دکان کرایہ پر لے کر کام کیا۔(تاوفات یہ دکان آپ کے پاس رہی قریباً 46 سال) جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا برکت ہی برکت دیکھی۔اعلیٰ ترین سرکاری ملازمین سے زیادہ کمایا۔

امی جان کو قادیان کا مقدس ماحول اور علمی ذوق رکھنے والا گھرانا نصیب ہوا۔آپ نے مکرمہ استانی بیگم جی صاحبہ سے قرآن مجید پڑھا اردو پڑھنا بھی سیکھ لیا۔خطبات، درس، لجنہ کے اجلاسوں میں کمال اہتمام و باقاعدگی سے شمولیت کی وجہ سے علم وسیع ہوتا چلا گیا۔درثمین اور الفضل شوق سے پڑھتیں۔درثمین اور کلام محمود کے اشعار کثرت سے زبانی یاد تھے۔

ابا جان کی طبیعت کو اس طرح سمجھتی تھیں کہ بسا اوقات انہیں کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔اشارہ کرنے کی بھی نوبت نہ آتی اور ایک دوسرے کے منشا کے مطابق عمل

ہو جاتا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میاں بیوی کی باہم ناراضگی، ناخوشی اور جھوٹ وغیرہ کا بالکل کوئی دخل نہیں تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ تعلق مضبوط اور گہرا ہوتا گیا۔ ایک دوسرے کے جذبات کا احترام گھر کے سکون میں اضافہ کرتا۔ دینی احکام کی کماحقہ تعمیل کرتیں۔ پردہ اور حیا اگر ایک احمدی عورت کا زیور اور خوبصورتی ہے تو آپ میں یہ جوہر بدرجہ کمال موجود تھا۔ دونوں کا اپنے اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی قابلِ رشک تھا۔ ابا جان کی کاروبار میں انہماک کی وجہ سے بعض نیک کاموں کی تحریک اور یاددہانی بھی کرواتیں۔ ایک دفعہ دادی اماں نے پوچھا عبدالرحیم صبح نماز کے لیے اٹھتا ہے۔ امی کے جواب میں ذرا ہچکچاہٹ دیکھ کر انہوں نے کہا نہ اٹھے تو پانی کا ہلکا چھینٹا مار دیا کرو۔ امی جان نے کہنا مانا اور اگلی صبح چھینٹا مار دیا ابا جان نے حیرت اور خفگی سے امی کی طرف دیکھا تو آپ نے جھٹ کہہ دیا آپ کی اماں نے کہا تھا اس پر ابا جان خاموش ہو گئے اور اس کے بعد پانی کا چھینٹا مارنے کی نوبت نہ آئی۔ نماز باجماعت اور جمعہ پر جانے کا خاص اہتمام ہوتا۔ پہلے سے تیاری شروع کر دیتیں۔ جس کی وجہ سے غفلت کا امکان نہ رہتا۔

قادیان کے زمانے کی بات ہے۔ ابا جان کو اپنے کاروبار کے سلسلے میں اکثر کبھی بٹالہ کبھی امرتسر جانا پڑتا تھا، تحریک جدید کے اجرا سے پہلے کا زمانہ تھا جب کبھی موقع ملتا سینما بھی چلے جاتے جس کی وجہ سے واپسی میں دیر ہو جاتی۔ امی جان کو یہ بات پسند نہیں تھی مگر کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ ایک جمعہ کے دن یہ پروگرام بنایا کہ جمعہ سے واپسی کے بعد امرتسر جائیں گے اور وہاں سے شوق سینما بینی پورا کر کے واپسی ہو گی۔ امی جان نے

کہا کہ خدا کرے حضور آج کے خطبہ میں سینما جانے پر پابندی لگا دیں۔ دعا بھی کی۔ خدا کی قدرت حضور کے خطبہ کا موضوع سادہ زندگی تھا اور سینما بینی کی ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔آپ جمعہ پڑھنے مسجد گئی ہوئی تھیں خوش خوش واپس آئیں۔ابا جان کی نظر میں آپ کا مقام اور زیادہ بڑھ گیا اور اس کے بعد اس شوق سے مکمل اجتناب اختیار کیا۔

یہ واقعہ امی جان سے سنا ہوا تھا اب یہ مضمون لکھتے ہوئے تحریک جدید کے بارے میں خطبہ نکال کر دیکھا ہے یہ 23/نومبر 1934ء کا خطبہ ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا تھا:

''آج کل بڑا خرچ تماشوں وغیرہ پر ہوتا ہے اور یہ خرچ شہروں وغیرہ میں تو خصوصیت سے زیادہ ہوتا ہے......ان کے متعلق میں ساری جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ تین سال کوئی احمدی کسی سینما، سرکس، تھیٹر غرضیکہ کسی تماشا وغیرہ میں بالکل نہ جائے آج سے تین سال تک کے لئے میری یہ جماعت کو ہدایت ہے اور ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے اس کے لئے سنیما یا کوئی اور تماشا وغیرہ دیکھنا اور دوسروں کو دکھانا ناجائز ہے۔''

ابا جان ہر سال ایک مہینہ وقف عارضی پر جماعتی انتظام کے تحت جاتے تھے۔ابا جان کے لیے یہ نیکی بھی امی جان کے تعاون سے ممکن ہوئی۔آپ حوصلہ بڑھاتیں اور گھر کی ذمہ داریاں عمدگی سے سنبھالتیں۔اسی ماحول اور جذبہ نے بعد میں وقت پڑنے پر درویشی کی زیادہ بڑی نیکی کی توفیق عطا فرمائی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح فراخی تھی ایک مصدقہ دستاویز کے مطابق تقسیمِ ہند کے وقت درویش کی قادیان میں جائیداد کی قیمت ایک لاکھ روپے سے زیادہ تھی۔(یہ اس وقت کی بات ہے جب گندم 5 روپے من اور دیسی گھی ایک روپے سیر ملتا تھا) قربانی کی جھلک یہاں بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ جب حضورؓ نے وقف جائیداد کا مطالبہ فرمایا تو وہ جائیداد جو موروثی یا پشتینی نہیں تھی بلکہ واقعی طور پر گاڑھے پسینے کی کمائی تھی پوری بشاشت کے ساتھ پیش کر دی۔

آپ کی آمد میں برکت تھی اور دل بھی کھلا تھا۔خدمت خلق اور مہمان نوازی کا شوق تھا۔ بلکہ یہ شوق سانجھا تھا دونوں میاں بیوی کو ایتاء ذی القربیٰ کی بہت توفیق ملی بہت سے رشتہ داروں کو قادیان بلا کر بسنے میں مدد دی۔ کسی کو کوئی ہنر سکھایا کسی کو دکان بنانے میں مدد دی۔ کئی بچیوں کے رشتے طے کرائے کئی شادیاں اپنے خرچ پر کروائیں۔ کئی نادار مریضوں کے علاج معالجے میں مدد فرماتے تھے۔غرباء یتامیٰ و مساکین کی دلجوئی اور خبر گیری بھی کرتے تھے۔ دارالشیوخ میں مقیم طلباء کو گاہے گاہے کھانا پکوا کر بھجوایا کرتے تھے ان سے فرمائش بھی پوچھتے اور من پسند کھانے کا سامان پیش کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔ ضرورت مندوں کی خاموشی سے مدد کرتے طلباء کی تعلیم کا خرچ بھی اُٹھاتے۔حقوق العباد کی ادائیگی میں کمال فراخ دلی والتزام کی وجہ سے مرکز سلسلہ احمدیہ قادیان میں ہمارا گھر سب رشتہ داروں کا مرکز بنا رہتا تھا۔

ایک یادگار واقعہ اباجان کے الفاظ میں درج ہے:

''ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کرامؓ ایک ایک کر کے ہم سے جُدا ہو رہے ہیں کیوں نہ ایسا پروگرام بناؤں کہ ہفتے دس دن بعد کسی ایک صحابیؓ کو گھر پہ دعوت دوں تا کہ بیوی بچے پاکیزہ کلام، سیرت و سوانح، ذکرِ حبیب سُن کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ چنانچہ اس پر عمل شروع ہوا گھر کے افراد اُن کے اردگرد بیٹھ جاتے۔ مل کر کھانا کھاتے اور باتیں سن کر لطف اندوز ہوتے۔ ایک دن ہم دونوں میاں بیوی نماز جمعہ کے لئے مسجد میں موجود تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا اصحاب مسیحؑ دیکھنے کو بھی نہ ملیں گے ایک ایک کر کے جدا ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی صحبت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ میں نے اس ارشاد سے بہت لطف لیا۔ شام کو گھر واپس آیا تو میری بیوی بڑے اہتمام سے میرا انتظار کر رہی تھی جیسے کوئی مبلغ ایک عرصہ تک دعوت الی اللہ کر کے واپس آ رہا ہو اُس کی خوشی کی ایک ادا یہ تھی کہ موتیے کے پھولوں کے ہار میری چارپائی کے پائیوں پر لٹکا دیتی اُس کے چہرے پر حیا اور مسرت کی ملی جُلی کیفیت ہوتی تھی۔ اس دن یہ سب اہتمام دیکھ کر میں نے پوچھا کیا بات ہے کس بات کی خوشی ہے؟ کہنے لگی آپ کے گھر آنے کی کم خوشی ہونی چاہیے؟ میں نے کہا کہ کیا میں امریکہ سے تبلیغ کر کے آیا ہوں؟ کہنے لگی ایسا ہی لگتا ہے۔

پھر کھانا پیش کیا اور ساتھ ساتھ اپنی خوشی کا راز بھی بتایا کہ آج کے خطبہ سے میں بے حد خوش ہوئی کہ آپ نے ہمارے لئے پہلے سے صحابہ کرامؓ حضرت مسیح موعودؑ سے ملنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ میں نے بتایا کہ میں بھی خطبہ سن کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ یہ تھیں ہماری خوشیاں کہ خلیفۃ المسیحؒ کے ارشاد سے پہلے تعمیلِ ارشاد کی توفیق مل رہی تھی۔‘‘

امی جان کی دینداری کا ایک اور واقعہ ابا جان نے تحریر کیا:

’’اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری بیوی سکینت و راحت کا بے مثل نمونہ ہے۔ اَن گنت واقعات میں سے ایک تحریر کرتا ہوں۔ باسط چھوٹا تھا۔ آموں کا موسم تھا۔ پٹھان کوٹ کے اچھے آم سرکنڈوں کی چوکور ٹوکریوں میں بکا کرتے تھے اُسے کھاری کہتے تھے سستے زمانے تھے ایک کھاری سے بیس سے پینتیس سیر تک آم نکلتے تھے قیمت صرف دو اڑھائی روپے ہوتی۔ کھاری منڈی والوں کو واپس کر دیتے۔ ایک دفعہ کھاری خرید کر لایا تو آم بہت مزے دار تھے باسط چھوٹا تھا کھاری پر بیٹھ گیا اور آم کھانے لگا۔ اچھے لگے تو کچھ زیادہ ہی کھا گیا۔ پیٹ خراب ہو گیا پیچش لگ گئی بے حد تکلیف تھی اُس کے لمبا کر کے ’ہائے اللہ‘ کہنے سے دل دہل جاتا۔ بہت علاج ہوا مگر فائدہ نہ ہو رہا تھا اُدھر میرے وقف برائے دعوت الی اللہ کے دن قریب آ رہے تھے میں نے ایک ماہ وقف کیا ہوا تھا اور مکیریاں جانا تھا۔ بچہ بہت بیمار

تھا اس لئے میرے جانے میں تاخیر ہونے لگی۔ایک دن اس کی والدہ نے بڑے صبر اور توکل سے کام لیتے ہوئے کہا:

''لطیف کے ابا جب تک آپ گھر سے باہر نہ جائیں گے بچہ تندرست نہ ہوگا۔آپ نے خدا کے راستے پر جانا ہے اس کو خدا کے حوالے کر دیں انشاءاللہ بچے کو اللہ تعالیٰ صحت دے گا۔'' یہ بات دل پر تیر کی طرح لگی رات کا وقت تھا صبح ہوتے ہی مکیریاں اپنے وقف کے لئے روانہ ہوگیا۔چار دن کے بعد خط ملا کے بچہ آپ کے گھر سے جانے کے بعد ٹھیک ہونا شروع ہوگیا تھا۔اب بالکل ٹھیک ہے۔اُس حکیم مطلق نے میری اہلیہ کے توکّل کی لاج رکھ لی۔اللہ تعالیٰ کے پیار کے ایسے پیارے سلوک سے میری زندگی بھری پڑی ہے۔الحمدللہ۔''

اب ایک واقعہ صاحبزادی امۃ الرشید بیگم بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا تحریر کیا ہوا پیش کرتی ہوں جو امی جان کو قادیان کے زمانے سے جانتی ہیں:

''بھائی عبدالرحیم صاحب درویش مرحوم کی بیگم صاحبہ نہایت ہی دین دار نیک اور پر خلوص خاتون تھیں۔بہت ہی محبت کرنے والی، بہت ہی کم گو تھیں لیکن جب ملتیں مُسکراتے ہوئے چہرے سے ملتیں۔عجیب سی معصومیت تھی اُن کے چہرے پر جو میں کبھی نہیں بھول سکتی مجھے تو زیادہ تر قادیان میں ہی اُن سے ملنے کا موقع مِلا کیونکہ جمعہ کی نماز کا مستورات کا

انتظام ہمارے گھر کی نچلی منزل میں ہوتا تھا اور پھر ہفتہ کے دن صبح قرآن کریم کا درس بھی حضرت فضل عمرؓ وہیں پر دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ بغیر ناغہ کے جمعہ کی نماز اور درس میں شریک ہونے کے لئے آتیں ویسے وہ گھر سے شاید بہت ہی کم نکلتی تھیں۔ ان کی زندگی کا مقصد اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت ہی تھا اُنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت نہایت ہی اعلیٰ رنگ میں کی۔ دینی تعلیم بھی پھر خدمتِ دین کا جذبہ اور دینی غیرت بھی ان کے اندر پیدا کی۔ اس پر بس نہیں کی بلکہ اپنی بچیوں کو گھر کا سلیقہ بھی خوب سکھایا۔ پھر شادی بیاہ کا بوجھ اُن پر ہی تھا ہر بچی کی شادی دین کو دُنیا پر مقدّم رکھنے کے اصول پر کی۔ ماشاء اللہ اُن کی سب بچیاں اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں دین بھی ہے اور دنیا بھی۔ بہت خوش ہوتی ہوں ان کی بچیوں سے مل کر۔ ماشاء اللہ وہ بھی اپنی والدہ کی تربیت کے نتیجہ میں اپنے بچوں کی ویسی ہی تعلیم و تربیت کر رہی ہیں اور خود بھی دینی کاموں میں پیش پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اور اُن کی قیامت تک کی نسلوں کو خادم دین اور سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ رکھے۔''

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں اصل واقعہ کی طرف آتی ہوں یہ واقعہ میرے بہت ہی بچپن سے تعلق رکھتا ہے میں بہت چھوٹی تھی اور نیا نیا سکول جانا شروع ہوئی تھی۔ ایک دن آدھی چھٹی کے وقت ہم سب لڑکیاں باہر کھڑی تھیں وہ بہت ہی سستا زمانہ تھا۔ بہت سی بچیوں کے والدین اپنی بچیوں کو ہر روز خرچ کے لئے ایک پیسہ دو پیسے دیتے تھے۔ کئی

لڑکیاں صبح ناشتہ کے بغیر ہی جلدی میں سکول آجاتیں۔اس طرح ایک لڑکی صبح ناشتہ کے بغیر ہی گھر سے سکول آگئی اور پیسے لانا بھی شاید بھول گئی اُس کے ساتھ ایک لڑکی کھڑی تھی جو ایک پیسے کے چنے خرید کر کھارہی تھی اُس لڑکی کو ساتھ کی لڑکی نے کہا جو پیسے نہیں لائی تھی کہ تمہارے پاس دو پیسے تھے ایک پیسے کے تم نے چنے لے لئے ایک پیسہ جو تمہارے پاس ہے مجھے دے دو میں پیسے لانا بھول گئی ہوں۔وہ انکار کر رہی تھی کہ میں نہیں دے سکتی وہ لڑکی منت کرنے لگی کہ میں ناشتہ بھی نہیں کر کے آئی مجھے بھوک لگ رہی ہے میں کل تمہیں یہ پیسہ لاکر دے دوں گی جب وہ کسی طرح بھی رضا مند نہ ہوئی تو اُس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ آپ سفارش کر دیں مجھے بھوک لگی ہے میں کل لا دوں گی مجھے اُس لڑکی پر ترس آگیا میں نے کہا دے دو یہ کل لا دے گی۔میرے کہنے پر اُس لڑکی نے اُسے پیسہ دے دیا۔وہ لڑکی ہر روز ہی جب دوسری لڑکی سے اپنا پیسہ مانگتی تو وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتی اس طرح ہفتوں گزر گئے۔وہ لڑکی ہر روز مجھے بھی کہتی کہ آپ نے اس کی سفارش کی تھی۔اُن دنوں ہم بچوں کو اتنی چھوٹی عمر میں ہاتھ میں سوائے عید وغیرہ کے پیسے نہیں ملتے تھے۔جس چیز کی ہم خواہش کرتے وہ منگوا دی جاتی تھی۔آخر ایک دن اُس لڑکی نے مجھے کہا کہ اگر فلاں دن تک پیسہ نہ دیا تو میں حضور کو تمہاری شکایت کر دوں گی۔میں سخت گھبرائی اور بے حد پریشان ہوئی کہ سیّدنا ابا جان کو معلوم ہو گیا تو آپ کو اس بات کی سخت تکلیف ہو گی کیونکہ میں جانتی تھی کہ سیّدنا ابا جان کو قرض لینا برداشت ہی نہیں اور قرض لینے سے سخت نفرت تھی۔تو میں نے رو رو کر نماز میں دعائیں شروع کر دیں اور

بہت پریشان رہنے لگی۔آپا جان سیّدہ اُمِّ طاہر صاحبہ مجھے پریشان دیکھتیں اور نماز میں رو رو کر دعائیں کرتے دیکھ کر پریشان ہو جاتیں اور مجھ سے پوچھتیں کہ کیا تکلیف ہے مجھے بتاؤ لیکن مجھ پر اتنا خوف طاری تھا کہ میں اُن کو کبھی نہ بتاتی صرف اس لئے کہ اُن کو بھی بہت تکلیف ہوگی اس بات سے کہ اس نے اس لڑکی کو قرض کیوں دلوایا اور یہ ذمہ داری کیوں لی۔اور اب تو وہ لڑکی جس نے بطور قرض کے پیسہ دیا تھا وہ مجھ سے کہنے لگی کہ اب تو میں ایک پیسہ نہیں لوں گی بلکہ چار آنے لوں گی اگر چار آنے نہیں دو گی تو میں حضور کو شکایت کر دوں گی۔پھر تو کچھ نہ پوچھئے کہ میں نے کس طرح رو رو کر بلک بلک کر دعائیں کیں کہ یا اللہ تو میری مدد کر ایک دن میں سکول جانے کے لئے اپنے کمرہ میں تیار ہو رہی تھی کہ بھائی عبد الرحیم صاحب درویش کی بیگم صاحبہ میرے کمرہ میں آئیں اور مجھے ایک چونی دینے لگیں میں نے انکار کیا کہ سیّدنا ابا جان نے ہمیں کسی سے بھی کوئی بھی چیز لینے سے سختی سے منع کیا ہوا ہے۔اس پر وہ کہنے لگیں یہ میں نہیں دے رہی آپ کی امّی نے آپ کو بھیجی ہے۔

میں نے حیران ہو کر اُن کی طرف دیکھا اور کہا:

میری امّی نے؟ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟؟

اس پر اُنہوں نے مجھے بتایا کہ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ آپ کی امّی بی بی امۃ الحئی میرے پاس آئیں اور مجھے ایک چونی دے کر کہنے لگیں کہ یہ میری بیٹی امۃ الرشید کو دے دینا وہ بہت پریشان ہے۔میں نے وہ چونی لے کر اپنے سرہانے کے نیچے

رکھ لی اور میری آنکھ کھل گئی مجھے یقین تھا سچ مچُ وہ چونی مجھے دے گئی ہیں۔ میں نے تکیہ دیکھا اپنا بستر جھاڑا لیکن وہاں پر کچھ بھی نہیں تھا نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر ہر روز کے معمول کے مطابق میں اپنے کمرہ میں جھاڑو دینے لگی اور دروازے کی دہلیز پر پہنچی تو وہاں پر ایک چونی پڑی تھی اور میں وہ لے کر اُسی وقت آپ کے پاس آ گئی ہوں کیونکہ یہ میری نہیں یقیناً یہ وہی چونّی ہے جو آپ کی امّی آپ کے لئے دے گئی تھیں۔ میں نے وہ چونّی لے لی اور اُس لڑکی کو جا کر دے دی اور اس طرح اپنی جان چھڑوائی۔

میرا ایمان ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ مجھ میں دعاؤں کا ذوق پیدا ہو اور قبولیت دُعا پر میرا ایمان اور یقین ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے اور یہ کہ جو کچھ مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ ناممکن کو ممکن میں بدل دینے والا ہے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد ہی ہمیں بھی روز کے دو پیسے اور جمعے کے دن ایک آنہ ملنے لگ گیا۔ بہت دن کے بعد یہ واقعہ میں نے آپا جان سیّدہ اُمِّ طاہر اور سیّدنا ابا جان کو بھی بتا دیا۔ وہ بھی اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ تم نے بہت اچھا کیا جو اپنے مولا سے مانگا اور بندوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔

گھر کا ماحول آپس کی معاملہ فہمی سے بہت خوشگوار رہتا۔ پھوپھی جان صادقہ صاحبہ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا:

”ہماری بھابی آمنہ بیگم، اللہ بخشے، بہت نیک مزاج، ملنسار اور سب کا دل خوش کرنے والی بھابی تھیں اماں جب بھی ان کے گھر جاتیں سب محبت سے بچھے جاتے، بچے

بھی آ کر لپٹ جاتے ہمارے لئے ایک دن بہت خوشی کا ہوتا جب عیدالفطر سے پہلے ایک دن بھائی بھابی بچوں کے ساتھ ہمارے گھر آتے اور سویاں بنتیں اُس زمانے میں بازار سے سوّیاں لینے کا رواج نہ تھا گھروں میں مشینوں پر بنائی جاتیں۔ بھائی پہلے بتا جاتے کہ ہم فلاں دن آئیں گے۔ پھر سارا دن کوئی میدہ گوندھتا کوئی مشین چلاتا کوئی ڈوریوں پر سویاں سوکھنے کے لئے ڈالتا ہم بچے کھیلتے رہتے۔ اگلے دن اماں ساری سو یاں بھون کر بھائی کے گھر دے آتیں بھابی کی خواہش ہوتی کہ عیدالفطر کی سویاں اور عیدی وغیرہ اور عیدالاضحیٰ کی قربانی کا گوشت اماں ہی بانٹیں اکثر اماں کو لے جایا کرتے کبھی بھابی یا کوئی بچہ بیمار ہوا اماں کچھ دن وہیں رہتیں۔ بھائی اماں کے بہت فرماں بردار اور خدمت گزار تھے۔ اس بات کا اماں کو بھی احساس تھا سارا دکھ درد ان سے ہی کرتی تھیں۔ آخری بیماری اور وفات بھی بھائی کے گھر ہوئی۔

بھائی کی خدمت گزاری اور فرماں برداری کا نقش ابھی تک قائم ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ بھابی نے بھی بہت خدمت کی، بعد میں بھی بہت یاد کرتی تھیں کہ ہم ساس بہو سہیلیوں کی طرح رہتے تھے۔ ہر دکھ سکھ کر لیا کرتے تھے آج کل سگی اولاد اتنا نہیں کرتی مگر اماں کے حسنِ سلوک نے اپنا عزت قدر کا مقام بنا لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔''

خاکسار کا قادیان میں جو وقت گزرا اپنی کم سنی کی وجہ سے زیادہ یاد نہیں ایک نقشہ جو ذہن میں محفوظ ہے اس سے ابا جان کا اپنے بیوی بچوں کو آرام دینے کا احساس اجاگر

ہوتا ہے۔ہم سردیوں میں ایک کمرے میں دیواروں سے لگی چارپائیوں پر سوتے صبح جب آنکھ کھلتی درمیان کی خالی جگہ پر پتھر کے کوئلوں کی دہکتی ہوئی انگیٹھی ہوتی جو ابا جان نماز کے لیے جانے سے پہلے سلگا جاتے اور واپسی پر کمرے میں لے آتے۔کمرہ گرم ہوجاتا پھر اسی کمرے میں سب بچے وضو کرکے نماز اور قرآن مجید پڑھتے ابا جان درس دیتے،کوئی کتاب پڑھ کر سناتے۔آخری کتاب جو ہجرت سے پہلے ابا جان سنا رہے تھے وہ سیرت حضرت ام المؤمنینؓ تھی۔پھر سب مل کر ناشتہ کرتے۔ابا جان کھانے کی بہت لذیذ چیزیں لے کر آتے تھے۔

تقسیم برّصغیر کے بعد

قادیان کے احمدیوں کے لیے تقسیم برصغیر ایک بہت بڑا انقلاب لے کر آئی۔ قیامت جیسا ہوش رُبا، ہولناک وقت تھا۔قادیان چھوڑنے کے فیصلے پر مجبور کرنے والے واقعات بہت دردناک تھے۔قادیان کے اردگرد کے گاؤں دیہات سے ہزاروں افراد قادیان کو نسبتاً محفوظ سمجھتے ہوئے قادیان آ گئے۔کچھ خاندانوں نے بالکل ہمارے گھر کے سامنے ڈیرہ ڈال لیا۔بالکل بے سروسامانی اور کسمپرسی کی حالت دیکھ کر ابا جان نے اُنہیں اجازت دے دی کہ ہمارے گھر آ کر روٹی پکا لیا کریں۔گھر سے مربّہ اچار سالن وغیرہ مہیا کر دیا جاتا۔ایک دن اُن خواتین کو آنے میں کچھ دیر ہوگئی استفسار پر علم ہوا کہ اُن کی دو جوان لڑکیاں سکھ اُٹھا کر لے گئے ہیں۔اس خبر کے بعد جان و آبرو بچانے کے لیے بیوی بچوں کو قادیان سے رُخصت کرنا ضروری ہوگیا۔ابا جان کو خواب

میں ایسا اشارہ بھی ملا تھا کہ ہجرت ہوگی۔ ایسے بے یقینی کے حالات میں آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر قادیان میں ٹھہرنے کا اور اپنے بیوی بچوں کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کیا اس طرح ایک ہنستا بستا گھرانا دولخت ہوگیا۔

جماعت کے لیے قربانی اور جدائی کو قبول کرنے والے کوئی الگ مخلوق نہیں ہوتے جذبات میں اٹھنے والے منہ زور طوفانوں کو خدا کی طرف رخ پھیر کر آنسوؤں سے ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے۔ جدائی اور صبر کا جو سفر شروع ہوا تھا اس کی طوالت اور سختیوں کا اندازہ نہیں تھا۔

اس وقت امی جان کی عمر صرف پینتیس سال تھی گھر سے باہر کے کاموں کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے تھے تیسرا بیٹا کوکھ میں تھا سب سے بڑی بچی بیس سال کی اور چھوٹی تین سال کی تھی۔ گھر کا ماحول ایسا تھا کہ لڑکیوں کا ماں باپ کی نگرانی کے بغیر زیادہ باہر نکلنا نہیں ہوتا تھا۔ مگر ایسی مجبوری آن پڑی کہ اللہ سے فریاد کر رہے تھے کہ کسی طرح کوئی بیوی بچوں کو لے جائے۔ ابھی بھی دھندلی سی یاد ہے۔ امی صبح سویرے ہمیں لے کر ایک سڑک کے کنارے بیٹھی ہوئی تھیں کہ کوئی سواری مل جائے۔ خوش قسمتی سے مکرم کیپٹن عمر حیات صاحب اور مکرم اشرف نسیم صاحب نے ٹرک کا انتظام کیا ہوا تھا ٹرک آیا اس پر انسان اور سامان کی گٹھڑیاں بری طرح لدی ہوئی تھیں۔ منتظمین انسانوں کو زیادہ سے زیادہ سوار کرنے کے لیے جگہ بنانے کی کوشش میں تھے اسی تگ و دَو میں یکے بعد دیگرے ہم کسی نہ کسی طرح سوار ہوگئے بچوں کو کسی نے نیچے سے اُچھالا اور اوپر کسی نے دبوچ لیا۔ بھائی جان عبدالباسط کو ڈرائیور کی سیٹ کے ساتھ پائدان پر

کھڑے ہونے کی جگہ ملی۔جگہ کی تنگی کا یہ عالم تھا کہ جو جہاں تھا وہاں سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ایک بہن تو سامان میں اس طرح دب گئی کہ صرف بال نظر آرہے تھے۔ٹرک چلنا شروع ہوا تو ابا جان ابراہیمی دعائیں پڑھتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔جان سے عزیز بیوی بچوں کو انتہائی مخدوش حالات میں رخصت کر رہے تھے۔اتنے میں ایک چار پائی اٹھائے ہوئے کچھ لوگ گزرے جس سے کسی زخمی یا شہید کا خون ٹپک رہا تھا۔سب کی آنکھوں میں آنسو تھے ٹرک کی رفتار قدرے تیز ہوئی ابا جان ان آنسوؤں کی دھند میں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

ابا جان پہ کیا گزری

بعد میں پتا چلا کہ اسی دن قادیان پر حملہ ہوا تھا۔ابا جان اور بڑے بھائی گولیوں کی زد سے بال بال بچے تھے گھر کا سامان لُوٹ لیا گیا تھا۔ابا جان نے لکھا:

''بیوی بچوں کو بھیج کر گھر واپس آئے تو عجیب وحشت پھیلی ہوئی تھی۔میرا بڑا بیٹا عبدالمجید نیاز میرے ساتھ تھا۔خالی گھر میں سامان بکھرا پڑا تھا۔چاہت سے خریدا ہوا لکڑی کا فرنیچر جس میں اخروٹ کی لکڑی کی چیزیں بھی شامل تھیں توڑ توڑ کر پناہ گزینوں کو چولہا جلانے کے لئے دے رہے تھے۔باہر کرفیو لگا ہوا تھا۔دارالفتوح کے جس مکان میں ہم رہتے تھے۔اُس کے نیچے کی دوکانیں باٹا شو اسٹور والوں نے کرایہ پر لے رکھی تھیں۔شام کے وقت ملٹری کے سپاہی آئے گھر کے اردگرد پہرہ لگا دیا۔دو آدمی باٹا شوز اسٹور کھول کر اندر آ گئے اور اندر سے کنڈی لگا کر اپنی پسند کے جوتے بوریوں میں

بھرنے لگے۔ مجید کو میں نے اندر سے دروازہ بند کرنے کو کہا اور خود چھت کے اوپر ممٹی پر جا کر جائزہ لیا کہ کیا ہوسکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک کیپٹن اور تھانیدار ہزارہ سنگھ قریباً چالیس ملٹری کے آدمیوں کے ساتھ کالج کی طرف جا رہے ہیں میں نے اُن کو آواز دی کہ یہ کیسی ہماری حفاظت ہے کہ باہر آپ نے کرفیو لگایا ہوا ہے اندر اپنے آدمی نقب زنی اور لوٹ مار پر لگا رکھے ہیں۔ کیپٹن انگریز تھا اُس نے پوچھا کہ یہ آدمی کیا کہتا ہے جب اُسے بتایا گیا تو اس نے مجھے نیچے بُلایا اور ساری بات پوچھی وہ ایمان دار تھا۔ اُس نے زبردستی باٹا شوز اسٹور کا دروازہ کھلوایا۔ اپنے سارے آدمیوں کو قطار میں کھڑا کر کے پوچھا کہ ان میں سے پہچانیں آپ کی چوری کس نے کی تھی۔ دو آدمی پہنچانے گئے اُس نے تھانیدار کو کہا کہ ان سے رائفلیں لے لیں اور پیٹیاں اُتار لیں اور مجھے کہا کہ آپ کے کسی ذمہ دار آدمی کے سامنے ہم ان کو سزا سنا دیں گے۔

چنانچہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی پر محترم مرزا عبدالحق صاحب کو بُلوا کر ان چوروں کے خلاف فردِ جرم لگائی اور پندرہ پندرہ دن کی سزا سنائی۔ اس بات سے اُس علاقے کے ملٹری والے میرے خون کے پیاسے ہو گئے جو گزرتا چوبارے کی طرف ضرور فائر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حفاظت سے مجھے ان کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ واقعہ بہت مشہور ہوا بہت احباب میری خیریت پوچھتے اور دعا کرتے حتّٰی کے حضرت اماں جان ؓ بھی میرے لئے دعا کرتیں۔‘‘

6رنومبر 1947ء کے مکتوب میں تحریر کیا:

''محلہ وار قتل و غارت اور لُوٹ مار کے بعد بورڈنگ کو خالی کرالیا گیا۔اور قریباً تین من گندم پر ناجائز قبضہ کر کے ہم درویشوں کو اس سے محروم کر دیا یہ تو خدا کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ایک نان دکھا کر فرمایا کہ یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے کہ اب تک خدا تعالیٰ اس دکھائے ہوئے نان سے وافر حصہ درویشوں کو عطا کر رہا ہے اور آئندہ بھی کرے گا اور اپنی رضا کی چادر میں چھپاتا رہے گا۔ان شاءاللہ۔

دلخراش حالات ہیں۔ یہاں کے کتے بھی بھوکے روتے ہیں اور ان کو دے کر خود کھانے والوں کو یاد کرتے ہیں دل بھر آتا ہے جب خوب صورت بلیاں میاؤں میاؤں کرتی روتی پھرتی ہیں وہ جو گوشت کھانے کی عادی تھیں اب درویشوں کی سوکھی روٹی پر گزارا کرتی ہوئی کمزور اور بیمار ہوگئی ہیں۔ان کو کہاں سے دیں بہت ترس آتا ہے ہماری بلی کیٹی پتا نہیں کہاں ہوگی اس کی بھوک کا سوچتا ہوں آبدیدہ ہو جاتا ہوں ہمیں نہ پاکر پریشان ہوگی اس طرف جا سکتا تو اس کا حال پوچھتا۔مگر یہ مشکل ہے کچھ خدام دارالانوار کی طرف گئے تھے ان کو پولیس نے بہت مارا پیٹا ایک کی حالت زیادہ خراب ہے۔

سارے مکان خالی کرا لئے ہیں سامان توڑ پھوڑ دیا ہے برتن ٹوٹے ہوئے کتابیں بکھری ہوئی ہیں جہاں دفتر الفضل تھا وہاں ہم رہتے ہیں بہشتی مقبرہ جا سکتے ہیں۔امیر صاحب نے قریباً سوآدمیوں کا قادیان ٹھہرنا منظور کیا ہے جن میں میرا نام بھی ہے ایک

تحریر پر دستخط لئے ہیں جس کی رُو سے اخیر دسمبر تک قادیان میں رہنا ہوگا وعدہ لیا ہے۔

'امن صلح اور افسروں کی اطاعت اور ساتھیوں کو آرام پہنچاؤں گا وغیرہ وغیرہ'

کھانے کے لئے دونوں وقت پرچی کی تصدیق ہوکر پاس دکھا کر ایک قطار میں کھڑے ہوجاتے ہیں آدھا گھنٹہ کٹورا ہاتھ میں لئے آہستہ آہستہ قطار میں آگے بڑھ کر منزل پر پہنچتے ہیں دال کے ساتھ کبھی ایک کبھی ڈیڑھ اور کبھی دو روٹیاں مل جاتی ہیں جس میں پسائی کا درست انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مٹی ضرور ہوتی ہے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے کہ صحت بحال ہے ورنہ ایسی روٹی کھا کر بیمار ہوجاتے۔ دال جب پیٹ میں کرتب دکھانے لگتی ہے تو فروٹ سالٹ پی کر اسے بہلاتا ہوں۔ گھر میں دال پکتی تو آپ میرے چہرے کی شکنیں گننے لگتیں اور میں بہانہ کر دیتا کہ مجھے بھوک نہیں ہے اب چار ماہ سے دال ہی دال کھا رہا ہوں۔

سَو آدمیوں کے جن کا قادیان میں ٹھہرنا منظور ہوا ہے دس دس کے گروپ بنائے ہیں ان میں سے دو گروپ پندرہ بیس بوریاں سروں پر اٹھا کر لے جاتے ہیں ہندو چوک میں آٹا پیسنے کی مشین ہے اس میں ڈال دیتے ہیں رات کو دوسرے دو گروپ اسی طرح سروں پر اٹھا کر آٹا لے آتے ہیں الحمدللہ بڑا سرور آتا ہے۔ اس بستی کی دیواروں کو مینار، مسجد مبارک، دارِ مسیح مقدس اور محبوب جگہوں کی اینٹوں کو آنسوؤں سے تر بوسہ دیتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں اس بستی میں رہنے نہیں دیتے اللہ تعالیٰ سے شکایت نہیں اپنے اعمال اس قابل نہ ہوں گے۔ الٰہی جماعتوں کے ایسے حالات کھاد کا کام کرتے ہیں یہی سنّت

الٰہی ہے ان شاء اللہ آپ کی جلد واپسی ہوگی یہ آسمان پر مقدر ہے روح القدس کو مدد کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ یہاں حالات بہت دردناک ہیں کہیں مری ہوئی ماں سے بچہ چمٹا ہوا ہے کہیں بدقماش لوگ باپ بھائی کے سامنے عورتوں کو بے عزت کر رہے ہیں کہیں کسی کی بیوی بیٹی بہن کو اٹھا کر لے جاتے ہیں کچھ عورتیں بھاگ کر واپس بھی آ رہی ہیں۔ میں ایک بوری کندھوں پر ڈال کر نکلتا ہوں اُجڑے گھروں سے قرآن پاک کے اوراق جمع کرتا ہوں لا کر ترتیب دے کر جلد کرتا ہوں۔آپ بھی کچھ کام کر کے اپنے پاس اتنے پیسے جمع کر لو کہ حضور پر بوجھ نہ ہو۔ اپنا خرچ ان پر نہ ڈالو۔ جانے سے پہلے میں آپ کو سیرت ام المؤمنینؓ پڑھ کر سنا رہا تھا جو درمیان میں رہ گئی آپ خود پڑھ لیں......

آپ سب کے لئے دعا کرتا ہوں آپ کو یوسف کی طرح نکالا گیا اللہ ہی حافظ ہے۔ وہ ساری دنیا آپ کے قدموں میں ڈال دے گا۔ اگر کوئی مشکل یا مصیبت یا ابتلا آ بھی جائے تو صبر کرنا اور اگر دل قابو سے باہر ہو اپنے امام کی طرف دیکھنا روحانی لحاظ سے خلیفہ اور بادشاہ ہے لیکن ملک بدر ہے اور صرف اپنا نہیں لاکھوں آدمیوں بلکہ ساری دنیا کا اس کو غم ہے۔ اس وقت کو غنیمت جانو شکر، صبر و رضا اور نماز سے مدد طلب کرو دین کی محبت تو آپ کی فطرت میں شامل ہے۔ باوجود مہاجر ہونے کے انصار کا جذبہ اور ایثار دکھاؤ یہ خدا کے فضل کو جذب کرنے کے دن ہیں اور فضل کی فصل پک کر تیار ہے اب دن رات لگا کر اس کو کاٹ کر جمع کر لو بیماروں کی تیمارداری کرو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ محتاجوں کو بستر فراہم کرو اس سے دین اور دنیا سنور جائے گی۔ میں نے آپ کو اللہ کے حوالے

کر دیا۔“

1948ء ہی کی بات ہے ایک سکھ بھگت سنگھ ابا جان کے پاس کچھ کتابیں فروخت کرنے کے لیے لایا۔ ان میں ایک حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ والا قرآن کریم تھا۔ ابا جان لکھتے ہیں:

”جب میں نے ہاتھ میں لیا تو شدتِ جذبات سے میرے اوپر لرزہ طاری ہو گیا۔ یہ قرآن میری پیاری بیوی آمنہ کا تھا۔ جس پر وہ ہر روز میرے سامنے بیٹھ کر تلاوت کیا کرتی تھی۔ میری حالت اُس سے چھپی نہ رہی وہ بڑا گھاک کاروباری آدمی تھا امرتسر میں کتابوں کی بڑی دکان تھی اس نے بہت زیادہ قیمت بتائی میں نے اس کی منہ مانگی رقم ادا کر کے قرآن پاک لے لیا اور پھر اُسے بذریعہ ڈاک ملے جلے جذبات کے ساتھ روانہ کر دیا۔ یہ سوچتا رہا کہ اپنا قرآنِ پاک اور میرے بھجوانے کے جذبہ سے متاثر ہو کر وہ نہ معلوم کتنی دفعہ سربسجود ہو کر مجھ گنہگار کے حق میں بخشش کی دعائیں کرے گی۔“

امی جان پر کیا گزری

29رستمبر 1947ء کو قادیان اور ابا جان کو پیچھے چھوڑ کر ہجر نصیبوں کا یہ قافلہ سارا راستہ موت کے خطرے سے دوچار، سڑک کے دونوں طرف دردناک مناظر دیکھتے ہوئے۔ دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے سارے دن کا بھوکا پیاسا شام کے وقت رتن باغ لاہور پہنچا۔ ٹرک رکا تو اندھیرے میں ٹارچ کی روشنی ڈال کر خواتین کا استقبال کرنے

والی مادر مہربان حضرت سیدہ چھوٹی آپا تھیں۔آپ نے ایک برآمدے میں ٹھہرانے کا انتظام فرمایا اور آپا لطیف کو خواتین کے قیام وطعام کی منتظم مقرر کر دیا۔سب بالکل خالی ہاتھ آئے تھے یہ سلسلہ کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حسن تدبر تھا کہ تنظیم کے ساتھ سب کو سنبھال لیا۔ایک ایک روٹی فی کس لنگر خانے سے دی جانے لگی امی بتاتی ہیں کہ شروع میں کسی کے پاس ایک سے دوسرا جوڑا نہیں تھا۔بچوں کو نہلا کر اپنے برقع میں لپیٹ لیتیں اور کپڑے دھو کر ڈال دیتیں۔بچیوں کی تعلیم بھی بغیر وقت ضائع کیے شروع ہوگئی۔یکم دسمبر کو چھوٹا بھائی عبدالسلام پیدا ہوا۔جماعت کی طرف سے ہر زچہ کو ایک پاؤ گھی اور کچھ چینی ملتی تھی۔آپا منتظم تھیں بتاتی ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے کمرے میں سامان تھا اس میں سے تول کر حصہ دیا کرتے تھے۔بچے کے لیے حضرت صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ نے ازراہ شفقت کچھ کپڑے تحفہ دیے۔

ان کسمپرسی کے حالات میں بھی امی جان کا حوصلہ قائم تھا بلکہ ابا جان کی ہمت بندھاتی تھیں۔تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 21 پر چند احمدی خواتین کے پُر از ایمان خطوط قادیان میں مقیم بہادر نوجوانوں کے نام، کے تحت آپ کا خط بھی شامل ہے۔جو آپ نے اپنے محترم شوہر کو لکھا:

”استقلال اور ہمت سے ڈٹے رہیں۔اور (قادیان) کو فتح کرنا
آپ کا فرض ہے بہر حال جب تک حضور کا حکم نہ ہو آپ قادیان چھوڑ کر
یہاں بالکل نہ آئیں۔“

بیوی بچوں کی جدائی پر صبر

اباجان کے خطوط میں سے کچھ اقتباس حاضر ہیں جن پر کچھ اضافہ کرنا آسان نہیں:

☆......11/ پریل1948ء

''اب قادیان کی ویرانی اور سنسانی سوہان روح ہو کے رہ جاتی ہے۔ دوراوّل کے صحابہ کرامؓ کی قربانیاں یاد آتی ہیں۔ بدری صحابہؓ کا نمونہ سامنے رکھتے ہیں۔خودکو کاموں میں مصروف رکھتا ہوں ہمارے نگران کہتے ہیں جس کام کے لئے اس کو بلاتے ہیں اس کے شایان شان نہیں ہوتا یہ الگ بات ہے کہ یہ ہر کام میں فٹ ہوجاتا ہے۔ خدمت کا آغاز کردیا ہے انجام خدا جانے۔میرے لئے دعا کریں فکر نہ کریں مجھ میں اللہ کے فضل سے فکر،رنج،مصیبت،ابتلا کے برداشت کی صلاحیت ہے۔''

☆......12/نومبر 1948ء

''میری پاک دامن مقدس بیوی! میری عفیفہ رفیقۂ حیات۔

میں مانتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے اور میری تحریر اور خیر خیریت آپ کے لئے باعث صد مسرت ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر کسی وقت کسی مجبوری کی بناء پر میں آپ کو نہ لکھ سکوں تو میری معذوری خیال کر کے درگزر ہی بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے کسی وقت جیب ہی خالی ہو۔ ڈاکخانہ جانا ہی محال ہو۔طبیعت ہی گری ہو۔آپ کا تصور ہی پریشان کر رہا ہو فرصت نہ ہو۔ یا کوئی دوسرا اہم کام آ پڑا ہو۔ دوسرے اب ہم کو آپ سے کیا نسبت؟ اگر مولا کو منظور ہوا تو ملاقات نصیب ہوجائے گی۔جس کے بھروسے سے یہ

قربانی کی ہے اُسی سے راہ ربط رکھیں گے۔اُم سلام آپ پر سلام، ہزار سلام۔آپ نے میری غمگساری کی۔میری دینی و دنیاوی حالت کو چار چاند لگا دیئے۔ مجھے آپ سے ہمیشہ راحت و آرام ملا۔آپ نے مجھے ہر لغزش کے وقت تھام لیا۔ تیمارداری کی تو جان پر کھیل گئیں میرے لواحقین اور دوستوں سے جو حسنِ سلوک کیا تا زیست نہ بھولے گا آپ کے لطف وکرم اور پاک دامنی کی چادر نے میری پردہ پوشی کی۔

کیا فائدہ اب ایسی باتوں سے کچھ آپ پریشان ہوں گی کچھ میں آنسوؤں سے لاچار ہوں گا۔میرا قرض اُتر گیا ہے۔ایک کھدر کی قمیض چھ آنے سلائی دے کر سلوائی ہے ایک ملیشیا سفید ٹاٹا کا جو مضبوط اور موٹا ہوتا ہے سلنے کو دے رکھا ہے۔سردی لگتی تھی۔ کافی سردی ہے۔آج صبح دُم دار ستارا نکلا تھا۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی خدمت میں میرا اسلام اور درخواستِ دعا پہنچا دیں۔''

☆......1948ء

''میری ہاجرہ! میرا پنسل سے پُرزوں پر لکھا ہوا خط ایک درویش کی طرف سے ہے۔میں آپ کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں آقا کی خدمت میں سلام کہنا اور حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کر کے سلام اور دعا کی درخواست کرنا۔

مومنانہ شان سے بہادری اور جرأت سے دن گزاریں۔آپ کا بچوں کی تربیت کرنا ان کا خیال رکھنا بھی جہاد ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔خوابوں میں ملاقات ہو جاتی ہے۔''

''میری رفیقۂ حیات آپ پر ہزاروں ہزار بلکہ لاکھوں لاکھ رحمتیں ہوں آمین۔ ہر کام میں حضرت اقدس سے مشورہ کریں یہ امتحان کا وقت ہے بھوک پیاس بھی امتحان ہے حضرت ایوبؑ کی کہانی پڑھنا اور بچوں کو سنانا اور پیش نظر رکھنا اور حتی الامکان مشکلات اور مصائب تحریر نہ کرنا بلکہ خندہ پیشانی سے برداشت کرکے دعا کیا کرنا خدا تعالیٰ فضل کرتا ہے تنگی تُرشی گرمی سردی عُسر یُسر سب اس کی نعمتیں ہیں اس کی رضا پر راضی رہنا مناسب ہے گھبراہٹ سے سر پھوڑ کر کیا ہوگا۔ میرے یہاں رہنے، بچے قربان کرنے، بھوک پیاس برداشت کرنے سے کمزور اور تعلیم سے محروم رہ جائیں میں اور آپ اسی طرح دور رہتے ہوئے ختم ہوجائیں مگر اسلام احمدیت کا غلبہ ہوجائے تو عین مراد ہے اللہ تعالیٰ ہماری خطائیں معاف فرمائے اور فضل فرماتا رہے۔ آمین۔''

''برائے خدا میرے سب جگر گوشوں کو الگ الگ کھڑا کرکے فوٹو کھنچوا کے ارسال کریں۔ ملتمس ہوں کہ جلدی اس کارِ خیر کو سرانجام دیں۔ اب تو خدا شاہد ہے تصورات بھی ان کو سامنے لاکر مشاہدہ کی صورت پیدا نہیں کرتے نہ حمیدہ کی صورت جما سکتا ہوں نہ رشیدہ کو آنکھیں بند کرکے دیکھ سکتا ہوں باری کی بھولی تصویر بھی بڑی دیر بعد اور پوری توجہ سے دھندلی سی کھنچتی ہے شکور کی تصویر بھی صاف سامنے لانے سے قاصر ہوں۔ دیکھے بغیر راحت اور ٹھنڈ کیسے حاصل ہو۔ دکان میں تو چند گھنٹے گزرتے تھے باقی وقت تو اپنے گلشن کی سیر کرتا تھا اب تو اس گلشن میں ایک پھول سے بیٹے کا اضافہ بھی ہوگیا ہے۔''

☆......14/جنوری1949ء

''میری خوش اسلوب پاک دامن رفیقہ!

............آپ نے وعدہ کیا تھا کہ عُسر یُسر میں میرا ساتھ دیں گی۔اب نبھانے کا وقت آ گیا ہے۔میں اپنے بعض فرائض دوری کی وجہ سے ادا نہیں کرسکتا وہ بھی آپ ہی کو کرنے ہیں۔میرا قطعاً انتظار نہ کریں۔آپ اہلِ بصیرت ہیں قوتِ فیصلہ بھی ہے۔ ہر کام میں حضور اور حضرت میاں صاحب سے مشورہ لیں۔اللہ تعالیٰ راہنمائی فرمائے۔

آپ کے اُداس ہونے کی کیا وجہ ہے اگر میری جدائی حیران کرتی ہے تو حضرت خنساء کی مثال سامنے رکھیں اگر عورتیں لڑتی جھگڑتی ہیں تو ان سے کنارہ کش رہا کریں۔ اگر کوئی وجہ تسکین نہ ملے تو میری مثال اپنے وجود پر اثر انداز کریں۔کہ میں نے آپ کا کبھی ایک رات بھی کسی جگہ ٹھہرنا پسند نہیں کیا تھا۔مگر اب خدا کی خاطر، اپنی بھلائی کی خاطر خیال بھی نہیں آنے دیتا۔بچوں کو اور اُن کے والدین کو جب پیار کرتے دیکھتا ہوں تو اگر فضل خدا نہ ہو تو صبر کیسے آئے ایک دن ایک ماں اپنی بچی کو پوچھ رہی تھی کس کی بیٹی ہو۔ماں کی یا نانی کی...... مجھے معاً شکور یاد آ گئی آبدیدہ،سینہ پر ہاتھ رکھ کر گھر آ گیا۔

آج جمعہ ہے صبح بیت الدعا میں آپ سب کے لئے نام بنام دعائیں کیں۔صبح اجتماعی دعا کے بعد واپس آیا ہوں۔اعلان دعا کا بورڈ پر لکھا فرداً فرداً بھی بہت عاجزی سے دعا کے لئے کہا۔چائے تو نماز سے قبل ہی بنالی تھی وقار عمل سے پہلے پی لیتا ہوں ایک روٹی چھ بجے ناشتہ کے لئے ملتی ہے۔چائے کے گھونٹ سے کاٹ کاٹ کر کھالیتا ہوں۔

میری رفیقہ! میں آپ سے خوش ہوں۔آپ نے خوب تعاون کیا آپ سے یہی امید تھی۔یہ تو ایک عظیم الشان کامیابی کے لئے پرچہ ملا ہے دعا کے ساتھ۔

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کے ساتھ اسی کی توفیق سے حل کرتی جائیں"

☆......27/جون1949ء

"عزیزہ لطیف!

آپ کی والدہ نے خربوزہ میٹھا نکلنے پر مجھے یاد کیا میں نے یہاں خربوزے لے کر کھا لئے......میں خدا کے احسان سے بخیریت تمام ہوں اور کوئی گھبراہٹ نہیں ہے۔ میں گوتم بدھ کو بھی خدا کا مامور مانتا ہوں۔اُس نے راج پاٹ اولاد بیوی سب چھوڑ چھاڑ کر محض عبادت ہی عین مقصود بالذّات کر لیا تھا۔اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اس عرصہ امتحان کو کم سے کم کر دے مگر میرے لعل! اگر یہ عرصہ اُس کی منشاء سے لمبے سے لمبا بھی ہو جائے تو آپ کے ابا کے پاؤں انشاءاللہ لغزش نہ کھائیں گے۔اب وہ آپ سے ملا دے اور حضور کا دیدار کرا دے اُس کی مہربانی ہے۔ورنہ حالات تو بد سے بدتر ہی خیال کئے جا سکتے ہیں۔دکان کے اندر اصحابِ کہف کی طرح رہتا ہوں اندھیرا بہت ہے بارشوں میں پانی اندر آ کر سیلن ہو جاتی ہے۔خدائی نان جن کو مسیحا کے لنگر کی چنے کی دال لذیذ بنا دیتی ہے کھا کر مہمان خانے کے چشمے سے پانی پی لیتا ہوں سبحان اللہ کیسی خوشگوار زندگی ہے موت ہتھیلی پر ہے مالک حقیقی کے سوا کوئی ڈر نہیں وہ مجھے سب بتا دیتا ہے۔یہیں پر سب دکھا دیتا ہے آپ کیسے رہتے ہیں کیا کھاتے ہیں کیا باتیں کرتے ہیں سب بتا دیتا ہے

رات کا انتظار کرتا ہوں آنکھیں بند کرتا ہوں وہ میرے قریب آجاتا ہے راز و نیاز کرنے لگتا ہے دلاسا دیتا ہے۔ بہت قریب آجاتا ہے۔......

آپ کی امی ہی کی ہمت تھی اپنے کام بھی کرتی اور مجھے بھی چوکس بیدار رکھتی۔ میں تو اُن کے بغیر مٹی کا ایک ڈھیلا بھی نہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے اپنی ستاری سے عمل کی ہمت دے۔ یاد آتی ہیں۔ دعا کرتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں دعا کرتا ہوں۔

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ۔ (ابراھیم:38)

☆......25/مارچ1949ء

''رات حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا خط بنام میاں وسیم احمد صاحب مسجد میں پڑھ کر سنایا گیا۔ عجیب الفاظ میں تحریر تھا۔ میں اس وقت سجدہ میں تھا ضبط کا دامن چھوٹ گیا ہچکی بندھ گئی خوب دعا کا موقع ملا۔ آپ قادیان کی جدائی میں بے قرار ہیں مگر آپ کی آنکھیں یہاں کے اجڑے بازاروں اور گرے ہوئے مکانوں کو نہیں دیکھتیں اور کان ان کی نوحہ خوانی نہیں سنتے ہمیں تو پرانی گہما گہمی اور پُر کیف نظارے نظر آتے ہیں جو رُلا دیتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ مسجد مبارک سونی سونی ہیں مجلس عرفان کی یاد تڑپا دیتی ہے الدار میں عام لوگ آجا رہے ہوتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ جاتا ہوں تو راستے میں مکان پکڑ پکڑ کر کہتے ہیں ہم اُجڑ گئے ہمارے ساتھ شریک ماتم ہو۔ اللہ کرے سب دعائیں

سنی جائیں بہت جلد مرکز کی رونقیں بحال ہو جائیں۔آمین اللھم آمین۔''

دارالخواتین ربوہ میں قیام

اکتوبر 1947ء سے اپریل 1949ء تک رتن باغ میں قیام رہا۔ پھر حضرت فضلِ عمرؓ نے تازہ بستی ربوہ آباد کی۔ ہجرت کے بعد جب لاہور سے دارالہجرت ربوہ منتقل ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے درویشان کے خاندانوں کو اپنی نگرانی میں دارالخواتین میں ٹھہرایا۔ یہ 24 کمروں اور وسیع صحن پر مشتمل تھا اس کا انتظام آپا امۃ اللطیف صاحبہ کے سپرد تھا جس میں امی جان کا تعاون حاصل تھا ایک موقع پر خود حضرت صاحبؓ نے آپ کو دارالخواتین کا نگران مقرر فرمایا۔

''آپ خواتین اور بچیوں کی تعلیم قرآن، تربیت اور پابندی نماز کے لئے خاص طور پر سرگرم رہتیں۔ حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہ نے کئی دفعہ اس امر کا اظہار فرمایا کہ لطیف کو کام کا موقع ملنے میں اس کی امی کا تعاون شامل ہے۔'' (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 2 صفحہ 1)

بچوں کی یاد اور بارڈر پر ملاقات کی صورت

بچوں سے جدائی میں باپ کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے الفاظ:

''کیا بتاؤں میں نے اپنی بچیوں کو کس قدر عزیز رکھا جس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں۔ دل چاہتا ہے بچوں کو وصیت کروں کہ اولاد سے اس قدر محبت نہ کرنا کہ آنکھوں پر ہی بٹھا

لو۔مگر دوسری جانب اخلاق،رحم،شفقت،متقاضی ہے کہ خوب پیار کیا جائے۔

باری تو میرے ساتھ ہی رات بھر سو کے صبح کرتی ہے۔اس جگر پارے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر دو ایک دفعہ جُھلا کر پھر اوپر اٹھا کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھنا کہ ابا کے پاس جانا ہے اگر یہ اقرار کرے تو وہاں سے چھوڑ دینا کہ اُڑتی اڑاتی میرے پاس پہنچ جائے پھر میں اس کو لفافے میں بند کر کے بھیج دوں گا اگر اس نے واپس جانا چاہا۔میرا یہ خط سن کر خوش ہو تو کہنا ابا کے لئے دعا کرو۔''

''میری نور نظر میری لخت جگر! آپ کو الگ اس لئے خط نہیں لکھتا کہ میری رقیق القلب بیٹی اس کو پڑھ بھی سکے گی آپ مجھے یقین دلا دیں کہ آپ خط کو پڑھتے وقت ضبط اور کنٹرول رکھ لیں گی تو انشاء اللہ لکھا کروں گا آپ کو سوار کیا تھا اب تک آپ کے ابا اس دوری کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں آپ کی آنکھیں بھی آنسو سنبھال نہیں پا رہی تھیں دعا کرتا رہا مولا جلدی ملا دینا جلدی واپس لانا۔''

باجی امۃ الرشید بتاتی ہیں کہ ابا جان کو قرآن کریم حفظ کروانے کا بے حد وحساب شوق تھا ہم بچوں کو کوئی سورت یاد کرنے کو کہتے اور شام کو کام سے آ کر سُنتے۔صحیح حفظ پر آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگتا۔تلفظ،ادائیگی،حفظ ہر پہلو پر توجہ دیتے اور خوش ہوتے۔انعام بھی دیتے۔ایک دفعہ مجھے آخری پارہ حفظ کرنے کا ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا اور وہ انعام تھا مخمل کا جوڑا۔مخمل کے جوڑے کا تصور جنت کے حصول سے کم خوشگوار نہیں تھا۔سورتیں یاد کرتی رہی اور ابا جان کو سناتی رہی پھر جدائی کا

زمانہ شروع ہو گیا حالات ایک دم پلٹ گئے۔فقر و فاقہ و درویشی میں مخمل کے جوڑے کا وعدہ تو یاد رہا استطاعت نہ رہی۔کبھی اتنی رقم نہ ہوئی کہ وعدہ پورا کر سکتے ہر محنت کے کام کے ساتھ یہ تصور اُبھرتا اور ڈوبتا رہا۔پھر ایک کھدر کی قمیض بھیجی ساتھ خط لکھا کہ غریب کے لعل فی الحال اسی کو مخمل سمجھ لو اور ساتھ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی دعائیں تھیں۔جو ساری عمر ساتھ رہیں۔ابا جان کا توکّل، قناعت، سادگی ایسا درس تھا جس نے اسی دنیا کو جنت بنا دیا جو ہزار مخمل کے جوڑوں سے زیادہ قیمتی ہے اللہ تعالیٰ میرے ابا جان کو غریقِ رحمت فرمائے۔آمین۔

معجزانہ ملاقات کی صورت

☆......4/اپریل 1950ء

اللہ پاک نے ابا جان سے ایک معجزانہ ملاقات کی صورت پیدا کی۔ہوا یوں کہ بعض درویشوں کے اہل و عیال قادیان واپس جا رہے تھے۔آپا جان انتظامی امور کے سلسلے میں ان کے ہمراہ لاہور گئیں ان کے ساتھ بھائی جان عبدالباسط بھی تھے انہوں نے کوشش کی کہ ابا جان کو پتہ چل جائے کہ ہم بارڈر تک جا رہے ہیں کسی طرح ابا جان بھی آجائیں تو ملاقات ہو جائے بارڈر پر پہنچ کر قادیان سے آنے والے درویشوں کو پوچھا کہ ابا جان کو ہمارے یہاں آنے کی اطلاع ہے یا نہیں۔کوئی درویش اس کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔فضل الٰہی خان صاحب نے کہا کہ جب میں قادیان سے آیا ہوں تو تمہارے ابا کام میں مصروف تھے۔اور لگتا ہے کہ انہیں آپ کے آنے کی کوئی خبر نہیں

ملی۔لیکن میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ یہاں ان کا انتظار کریں کیونکہ وہ تو غیر معمولی تگ ودَو اور دعا کر کے بظاہر غیر ممکن کو ممکن کر ہی لیا کرتے ہیں...... بھائی جان بتاتے ہیں کہ میں بار بار اُٹھ کر اٹاری سڑک پر نظر دوڑاتا آخر لمبے انتظار کے بعد دیکھا کہ دور سے سر پر دھوپ کی وجہ سے چھتری لگائے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے کوئی تیز تیز آرہا ہے فاصلہ کی وجہ سے میں ابا جان کو پہچان تو نہ سکا مگر ان کی مخصوص چال، مستعدی اور تیزی دیکھ کر میرا دل کہہ رہا تھا کہ ابا جان آرہے ہیں۔میرے اس اندازے کی تصدیق ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی وہ بھی اسی آس پر نکلے تھے کہ شاید کوئی آیا ہو...... چند منٹوں کے بعد ہم انتظار، پیار، بیتابی، شفقت کے سمندر میں غوطے لگا رہے تھے۔ابا جان کے ہاتھ میں آم تھے جو نہر کے پانی میں ٹھنڈے کر کے کھائے اور خوب خوب باتیں کیں۔خوب خوب مزے لیے۔

جماعت نے 1950ء میں یہ انتظام کیا کہ پاکستان اور ہندوستان کے بارڈر پر 1947ء سے بچھڑے ہوئے خاندان کچھ گھنٹوں کے لیے مل سکتے ہیں دونوں طرف بہت زیادہ انتظار تھا۔ابا جان نے اپنے تیسرے بیٹے کو پہلی دفعہ دیکھنا تھا اشتیاق میں لکھا:

”میں انشاء اللہ چار بجے قادیان سے روانہ ہو کر امرت سر رات ٹھہروں گا اور نو بجے دن آپ بارڈر پر تشریف لے آئیں۔ والد صاحب محترم کو ضرور لا ویں۔اگر ہو سکے تو سب میرے قریبی رشتہ داروں کو میرے آنے کا پروگرام بتا دیں کہ پھر خدا جانے کب ملاقات نصیب ہو انشاء اللہ

رشیدہ اور حمیدہ سے ملاقات ہوگی۔شکور بھی ابا کو دیکھے گی سلام ہمیں سلام کرے گا۔ باسط میاں والدہ کے بغیر نہ آئیں۔اُن سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

خاردار تاروں سے گھرے ہوئے ایک میدان میں فاصلے فاصلے سے چادریں بچھا کر بیٹھے سینہ چاکان وطن سے سینہ چاک ملے اور کچھ گھنٹوں کے بعد پھر غیر معینہ مدت کے لیے بچھڑ گئے۔

ہمارے والد ہمارے مربی

جماعت کی محبت کا درس آپ کے ہر عمل اور ردّعمل سے مترشح تھا۔سوچ کے زاویوں کو بھی بھٹکنے نہیں دیتے تھے۔جب بھائی جان عبدالمجید نیاز صاحب اور عبدالباسط صاحب جامعہ احمدیہ میں پڑھتے تھے جو اس وقت احمد نگر میں تھا۔کسی وجہ سے بھائی جان باسط کا وظیفہ روک لیا گیا۔ابا جان کا طبعی ردِّعمل تو یہ بھی ہوسکتا تھا کہ میں درویش ہو گیا ہوں بیوی بچے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیے ہیں جماعت نے یہ کیسا فیصلہ کیا ہے کہ میرے بچے کا وظیفہ روک لیا۔وغیرہ وغیرہ۔

مگر ایک فنافی اللہ متوکل انسان کا ردِّعمل دیکھیے۔تحریر کرتے ہیں:

☆......13/ستمبر 1950ء

"عزیز باسط کے وظیفہ کی فکر کیسی۔احمدی ہے یار کی رضا میں راضی رہے۔یہ تو ہے بھی اللہ والا۔اگر وظیفہ بند ہوا اس پر بھی خوش ہونا چاہیے۔یہ وقت تو انشاءاللہ گزر جائے

گا۔سلسلہ سے زیادہ قابلِ امداداس وقت کون ہے؟ بدحالی اور بے بسی پر گھبراہٹ ایک احمدی کوتو ہو ہی نہیں سکتی۔جب تک مٹی کا برتن آگ میں نہ جلے پانی لے کر دوسرے کو فیض نہیں پہنچا سکتا اسی طرح انسان مشکلات سے نہ گزرے تو نہ خود کھڑا رہ سکتا ہے نہ زندہ اور باقی رہ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہے سو وہ اگر معرفت اور قرب اور عرفان چاہتا ہے تو اس راستہ پر متبسّم ہو کر چلے۔کہ شکل بھی مشتبہ دیکھ کر وہ راستہ سے الگ نہ کر دے۔''

امی جان اس مشکل وقت میں قدرتی طور پر یہ سوچ کر پریشان ہو گئیں کہ بچے بھوکے نہ ہوں۔تعلیم میں حرج نہ ہو چھوٹے سلام کو ساتھ لے کر احمد نگر چلی گئیں کچھ عرصہ خود وہاں رہیں۔اور بچوں کی پریشانی میں ساتھ دیا۔یہ ان کا بڑا جرأت مندانہ اقدام تھا۔

ابا جان کی حکیمانہ دوراندیشی کی ایک اور بات لکھتی ہوں جو ربوہ کے ایک بزرگ نے کئی دفعہ سنائی کہ ایک دفعہ بھائی جی اپنے ایک بچے کو ہمراہ لے کر میری دکان پر رکے اور اسے ایک جوتا خرید کر دیا۔میں نے ان سے کہا کہ بھائی جی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے مگر آپ نے یہ سستا جوتا خرید کیا ہے...... کہنے لگے کہ یہ ٹھیک ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے مگر میں نے اس بچے کی زندگی وقف کی ہے اسے سادگی کی عادت ہونی چاہیے ان کی نیک نیت کی برکت سے اس بیٹے کو کئی ممالک میں خدمت دین کی توفیق ملی۔

قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ؓ کی پدرانہ شفقت

بفضلِ الٰہی جماعت کی برکت سے ہمارے خاندان کو حضرت اقدس علیہ السلام کے خاندان کے قابل صد احترام بزرگوں اور خواتین مبارکہ کی شفقت حاصل رہی یہاں خاص طور صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ؓ کی مہربانیوں کا ذکر ہے جو ناظر خدمت درویشاں رہے۔

آپ ؓ ہمارے ہر کام پر، ضرورت پر اور مشکل پر نگاہ رکھتے خواہ کوئی بڑا کام ہو یا چھوٹا۔جس وقت بھی ضرورت پڑتی ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جب لوٹتے تو نہ صرف کام اور ضرورت پوری ہو جاتی بلکہ آپ کی ملاقات سے ایسا اطمینان اور خوشی حاصل ہوتی جو کبھی کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

ایک سردیوں کے موسم کی بات ہے رات کو دروازہ کھٹکا۔امی نے پوچھا:

’’کون؟‘‘ جواب ملا: ’’بشیر احمد‘‘ آپ ؓ نے ایک لحاف تھماتے ہوئے فرمایا:

’’سردی زیادہ ہوگئی ہے میں نے سوچا پتا نہیں بچوں کے پاس لحاف ہے کہ نہیں۔‘‘

کیا حق ادا فرمایا درویشوں کی خدمت کا اور یہ بھی کہ امی نے کیسے دعائیں دی ہوں گی۔سبحان اللہ۔کیا خدا ترسی اور عاجزی تھی۔سردی لگی تو درویش کے بچوں کو یاد کیا پھر کسی ملازم کے ہاتھ نہیں بھیجا خود تشریف لائے۔اللہ پاک آپ ؓ کے درجات بلند فرمائے۔

1947ء کے بعد قادیان سے ابا جان کے خط دو سال تک آپ کی معرفت آتے

رہے جس وقت خط آتا آپ فوراً بھجوادیتے اور اکثر ایسا ہوا کہ اگر کوئی پاس نہیں ہے تو یہ سوچ کے خود خط دینے کے لیے تشریف لے آتے کہ بچوں کو انتظار ہوگا۔ایک بار اپنی کمزوری صحت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اب بات کرنے اور ملنے کو دل نہیں چاہتا ایک وہ دن تھا کہ تمہاری ڈاک خود پہنچا آیا کرتا تھا۔اللہ اللہ کس قدر عظیم ہستی تھی آپ کو دوسروں کے احساسات کا کس قدر خیال تھا۔

ایک دفعہ لطیف آپا آپؓ کی خدمت میں اپنی کسی بہن کے رخصتانہ کی دعا میں شمولیت کی درخواست کرنے کے لیے حاضر ہوئیں۔آپؓ نے فرمایا کہ میں آؤں گا انشاءاللہ۔آپا نے دوبارہ سے کہا تو نہایت شفقت سے فرمایا:

''تم کیسی باتیں کرتی ہو میں انشاءاللہ ضرور آؤں گا۔مَیں تو تمہارا ڈاکیہ بھی رہ چکا ہوں تو کیا آج تمہاری بہن کی شادی پر نہ آؤں گا۔''

1950ء میں بھی ایک دفعہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے۔آپا لطیف سے فرمایا:

''میں ایک کام سے آیا ہوں۔ ہماری بڑی ہمشیرہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو خواب آیا ہے کہ حضرت نواب صاحب مرحوم تشریف لائے ہیں اور کچھ کھانے کی خواہش کی ہے اس لیے انہوں نے آج پلاؤ اور زردہ کی دیگیں پکوائی ہیں وہ تم کو بھجوا دی جائیں گی۔ مستحقین میں تقسیم کروا دینا۔لیکن اس طرح نہیں کہ لوگ ہاتھوں میں تھالیاں پکڑے ہوئے آ کر لیں بلکہ ہر ایک کوٹرے میں رکھ کر دینا۔''

ہم سب بہن بھائیوں کی تعلیم کے حصول میں جماعت کا تعاون رہا جس میں آپؓ

ذریعہ بنے۔خاکسار کو یاد ہے سکول کالج میں جب ہمارا نتیجہ آتا خوشی خوشی حضرت میاں صاحب کو دکھانے جاتے۔آپ بڑی شفقت سے پیش آتے۔اگلی کلاس کی فیس بھی معاف کردیتے ہماری تعلیمی ترقی سے باخبر رہتے۔اور ابا جان کو اطلاع بھی دیتے۔ الحمدللہ۔

بچوں کے رشتے کرنے میں بھی امی جان آپؓ سے مشورہ کرتیں گھر میں پہلی شادی بڑی بہن لطیف آپا کی تھی۔جب آپا کا مکرم شیخ خورشید احمد صاحب سے نکاح ہوا اس سال پہلی دفعہ جلسہ سالانہ پر پاکستان سے محدود تعداد میں شاملین کو جانے کی اجازت ملی تھی۔ آپ نے ہم بہن بھائیوں اور امی جان کو بھجوانے کی بجائے شیخ صاحب کو بھجوایا اور ابا جان کو خط لکھا کہ میں آپ کے داماد کو بھجوا رہا ہوں میرا خیال ہے آپ کو ان سے مل کر زیادہ خوشی اور اطمینان حاصل ہوگا یہ بعض لحاظ سے آپ کے لیے بیٹوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔

آپا لطیف کی شادی 1951ء میں ہوئی۔گلشن عبدالرحیم اور آمنہ میں یہ پہلی شادی تھی۔جذبات میں تموج قدرتی تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے بندوں نے سہارا دیا۔ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا اور رُخصت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور خاندان حضرت اقدسؑ کے کئی محترم خواتین و حضرات فرما رہے تھے۔ الحمدللہ۔

ایک واقعہ آپا لطیف نے بتایا کہ جب ربوہ میں زمینیں الاٹ ہونے لگیں تو یہ سنا تھا کہ زمین اور مکان بنانے کے لیے رقم جمع کرانی ہوگی۔آپ حضرت میاں صاحبؓ کے

پاس گئیں کہ زمین کی قیمت ہم کسی نہ کسی طرح جمع کرا دیں گے لیکن مکان کی رقم مشکل ہوگی۔آپؓ نے فرمایا کہ زمین کی رقم جمع کرادو مکان بھی بن جائے گا۔تم لوگ گارا بنا دینا۔میں اینٹیں لگا تا جاؤں گا۔الحمدللہ کیسے شفقت کے نظارے دیکھے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مکان بھی بنوا دیا واقعی ایسے سامان ہوا جیسے فرشتے مدد کرنے آ گئے ہوں۔

(مصباح قمرالانبیاءنمبر صفحہ 73)

باجی رشید ایک نوعمر بچی تھیں کسی کام سے آپ کے گھر گئیں۔فرمایا:

''کھانا کھا لو''۔''جی میں کھانا کھا کر آئی ہوں۔'' باجی نے بصد ادب جواب دیا۔آپؓ نے دریافت فرمایا:

''کیا کھایا تھا۔''عرض کی: ''کھمبیاں''

آپؓ نے فرمایا: ''ابھی جاؤ اور میرے لیے بھی لاؤ مجھے بہت پسند ہیں۔حضرت اماں جانؓ برسات میں ضرور پکوایا کرتی تھیں۔''

ہے تو چھوٹی سی بات لیکن دلداری کے کئی پہلو دیکھے جاسکتے ہیں۔کمال ذرہ نوازی تھی۔

بظاہر دوری مگر قدم قدم ساتھ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو دوری کے باوجود قرب کے احساس سے نوازا یہ سب ہمارے والدین کے قلبی تعلق سے ممکن ہوا۔امی جان ہر کام ابا جان کی اجازت سے کرتیں اور اگر خود کوئی فیصلہ کرتیں تو ابا جان کو مطلع کرتیں۔ابا جان اپنے خطوط کے

ذریعے سب حالات سے باخبر رکھتے۔

☆......21/اگست 1951ء

''میری رفیقہ حیات میری دکھیا پردیسن!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شدید گرمی کا موسم ہے بارش ہوئے دیر ہوگئی دھوپ میں کام کرتے ہوئے سر سے پیر تک پسینہ بہتا ہے۔مگر باوجود پسینے اور تلملاہٹ کے طبیعت پر بوجھ نہیں بلکہ لطف ہے سبحان اللہ ایک ہی کام میں سکھ بھی ہے دکھ بھی۔کتابیں اس لئے بھیجتا ہوں نایاب ہیں چھپیں گی تو دنیا کو فائدہ ہوگا دوسرے خرچ کی مشکل ہو تو فروخت کر لینا۔ہم نہ رہے تو کام آئیں گی۔بچوں کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو والدہ کی فرمانبرداری کی توفیق دے اور نیک متقی اور صالح بنائے وہ قادر ہے میری جان عجیب مشکل میں ہے چاہتا ہوں بیوی بچے اچھی ستھری زندگی گزاریں مگر حالات کہتے ہیں صرفہ کریں۔

میری رفیقہ!آپ کو یاد ہے کپڑے کی دکان سے سب سے اعلیٰ کپڑا خریدتا تاکہ آپ اچھا سے اچھا پہنیں اور ہم دیکھیں۔میں نے کچھ اشعار کہے ہیں:

اے مری روح رواں اے میری جان اچھی تو ہو
مخزنِ مہر و وفا کی تاج دار اچھی تو ہو
نرگسی آنکھیں ہیں کیوں یوں اشک بار اچھی تو ہو
ہے طبیعت میں یہ کیسا انتشار اچھی تو ہو

کیوں عیاں ہے چہرۂ پُرنور سے یہ اضطراب
اے مری سرمایۂ صبر و قرار اچھی تو ہو
چاند سے چہرے پہ کیوں افسردگی کا ہے دھوٗاں
قلب نازک پر ہے یہ کیسا غبار اچھی تو ہو

آپا کی شادی کے موقع پر ابا جان نے ہر جذباتی ریلے کا رُخ حمد وشکر کی طرف پھیر دیا۔امی کو نصیحت کی کہ شادی پر زیادہ خرچ نہ کرنا۔سادگی سے بغیر کسی قسم کے تکلف کے رخصت کرنا۔قرض نہ لینا۔سلسلے سے نہ مانگنا اگر کوئی میری بچی کو طعن دے گا تو خدا کی خاطر،میری خاطر برداشت کر لینا۔بیٹی کو نصیحت کی:

''لعل میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو بہت بہت بابرکت کرے۔آمین۔ہوسکتا ہے آپ کو خیال آئے کہ ابا نہیں بھائی موجود نہیں۔میں آپ کی طرف سے پُراُمید ہوں کہ کمال حوصلہ برداشت اور ہمت و استقلال سے خدا تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے اس کی رضا کی خاطر اچھا نمونہ پیش کروگی۔''

اور خود وہ دن کیسے گزارا

''پندرہ اکتوبر 1951 کو دن بھر جب دل بھرا دروازہ بند کرلیا۔آنسوؤں سے ہلکا کیا خوشی بھی تھی خاندان کے افراد کی شمولیت باعث رحمت ہے۔آپ خود خاص طور پر حضرت اقدس کے حضور حاضر ہوکر میری طرف سے سلام کے بعد اُن کی شفقت،مدد اور

پیار کا شکریہ ادا کریں۔امیر صاحب کے کمرہ میں الفضل پڑھا وہیں دونوں نے دعا کی وہاں سے سوا بارہ بجے مسجد مبارک جا کر دو نفل ادا کئے خوب رقت سے دعا کی پھر بیت الدعا میں جا کر دعا کی۔پھر تینوں مساجد میں دعا کے اعلان کا بندوبست کرنے میں لگ گیا۔نماز ظہر مسجد اقصیٰ میں پڑھ کر خوشی کے آنسو بہائے نماز کے بعد سب سے پہلے مسجد مبارک میں نفل ادا کئے سب درویشوں نے گلے مل کر دعائیں اور مبارکباد دی۔مسجد مبارک کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔“

سات سال بعد پہلی بار ربوہ آمد کا احوال ابا جان کی ڈائری سے

”22رفروری 1954ء میں صبح کی اذان کے ساتھ پہلی بار ربوہ گیا اُس وقت میری اہلیہ اور بچے دارالخواتین میں رہتے تھے میرا ایک بچہ جو جدائی کے تین ماہ بعد 1947ء میں لاہور میں میری غیر موجودگی میں پیدا ہوا تھا میرے پاس لایا گیا اور اُس سے پوچھا گیا یہ کون ہیں؟ بچے نے کہا پھوپھا جی تب اس کو میری وہ تصویر دکھائی گئی جسے دکھا کر ابا جان کے پاس جانے کی ضد میں بہلایا کرتے تھے تب میرے ذہین بچے نے فوراً زور دار آواز میں ابا جی کہہ کر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں پھر باپ نے بیٹے کو کیسے چمٹایا اور پیار کیا ہوگا۔چشمِ تصور سے دیکھ لیں محسوسات کا اندازہ کر لیں۔

میرے بچوں میں صبر وشکر، سیر چشمی اور قناعت شامل ہونے کی وجہ اُن کی والدہ محترمہ کی تربیت تھی۔درویشانہ فقیرانہ کس مپرسی میں عزتِ نفس کا احساس زندہ رکھا۔واقعہ تو ایک بچے کی معصومیت کا ہے مگر میں اس کو کئی زاویوں سے دیکھتا ہوں۔میری اہلیہ

نے بتایا کہ ایک دن ایک بچہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ امی گلی میں یہ کپڑے والے، قلفی والے اور دوسری چیزیں بیچنے والے کیوں آتے ہیں جب کہ ان سے کوئی لیتا ہی نہیں ہے اور یونہی چکر لگا کر چلے جاتے ہیں۔ میں خوش بھی ہوئی افسردہ بھی کہ دیکھو اس بچے نے یہ خیال کیا کہ ہم ان سے کوئی چیز نہیں خریدتے تو کوئی بھی نہیں خریدتا ہوگا۔ اللہ کا شکر کیا کہ اگر ان حالات میں دوسرے بچوں کی طرح یہ مجھ سے بار بار پیسے مانگتے ضد کرتے تو میرے لئے کس قدر مشکل ہوتی۔

میں نے بھی یہ واقعہ سن کر بہت شکر کیا اور اپنی اولاد میں سیر چشمی صبر اور قناعت میں اضافے کی دعا کی۔''

امی جان سے خط لکھنے کی فرمائش

جیسا کہ ذکر ہو چکا امی جان پڑھنا تو جانتی تھیں لکھنے کی مشق نہیں تھی۔ ابا جان چاہتے تھے کہ امی خود لکھیں بچوں سے لکھوائے ہوئے خط اور بچوں کو دیے ہوئے جواب سے تشنگی رہتی۔ اکثر خطوط میں اس کا ذکر ہے۔ بھائی جان باسط کے نام خط میں لکھا جو قادیان جا کر ابا جان سے مل کر آئے تھے:

''خدا کرے آپ کی والدہ مکرمہ مقدسہ آپ سے مل کر اتنا ہی خوش ہوں جس قدر میں نے پتھر دل پر رکھ کر آپ کو جُدا کیا۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ میں اس دکھ کو الفاظ کی صورت میں آمنہ پر ظاہر نہیں کر سکتا اور اسی طرح وہ اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کر سکتی مگر بیٹے اس کی اطاعت اور خدمت گزاری اور دوراندیشی نے پیتل کو سونا بنا رکھا ہے اور جس کے

لئے ہم اس کے بے حد ممنون اور زیر احسان ہیں۔''

''میری رفیقہءحیات!

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد لکھنا پڑھنا سکھا دے آنکھیں رو رو کر خراب نہ کریں جس اُمید پر آپ جیتی ہیں اگر وہی فوت کر لی تو کیا فائدہ؟ اگر جان پریشانیوں سے ہلاک ہوگئی تو مجھے کیسے دیکھو گی؟ کمال صبر اور صلوٰۃ سے دن گزارو۔ حضرت یعقوبؑ کو یوسف کا غم تھا انہوں نے صبر سے کام لیا تو سب کو پالیا دیکھو غلط سلط ہی سہی خط خود لکھا کرو اور کسی کو دکھائے بغیر ڈال دیا کرو۔ اگر آپ کو ہم سے لگاؤ ہوگا تو جلد لکھنا آجائے گا اسی لگاؤ کے نتیجہ میں فرہاد نے پہاڑ، سوہنی نے دریا اور سسی نے تھل چیر کر رکھ دیا آپ لکھنا سیکھ لیں'

ابا جان کا گاہے ماہے ربوہ آنا

پہلی دفعہ سات سال بعد 1954ء میں ربوہ آنا ممکن ہوا۔ پھر کبھی کبھی ویزا اور چھٹی ملنے پر ربوہ آتے مگر 1962ء میں ایک نادانستہ غلطی پر پکڑ ہوگئی۔ حکومت نے پاسپورٹ واپس لے لیا۔ مصلحتاً زیر زمین جانے کی کیفیت ہوگئی۔ امی جان کو علم ہوا تو فکر مند ہوئیں اور قادیان جانے کے ارادہ سے میاں صاحب کے پاس اجازت کے لیے گئیں۔ میاں صاحب نے فرمایا میں نے خط لکھا ہوا ہے حالات سے آگاہی ہو تو پھر جانا چند دن کے بعد میاں صاحب نے فرمایا اب تو آپ کو جانا ہی چاہیے۔ نیز فرمایا اُن سے کہہ دیں کہ میں میاں عبدالرحیم کو جانتا ہوں۔ وہ بہت مخلص ہے۔ سہواً منہ سے غلط نعرہ نکلا ہے۔ یہ بھی

کہیں کہ اُن کے کیس کے لیے یہاں لڑیں وہاں لڑیں اوپر لڑیں مگر اس کو قادیان سے باہر نہ بھیجیں اور اگر باہر بھیجنا ہے تو میرا بندہ مجھے واپس بھیج دیں۔

امی جان نے جا کر یہ پیغام دیا تب یہ بَلا ٹلی۔ ایک لمبی کہانی ہے ابتلاؤں اور پریشانیوں کی۔ بالآخر ضبط شدہ پاسپورٹ 1968ء میں واپس ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات درست ہوئے۔ ان وجوہات سے پاکستان کا سفر مشکل ہوگیا۔ جب آپ تشریف لاتے اور کچھ دن ہمارے ساتھ گزارتے بڑے سہانے دن ہوتے۔ اچھے اچھے پروگرام بنتے۔ دعوتیں ہوتیں امی جان بھی خوش خوش خاطر داری میں لگی رہتیں۔ باورچی خانے میں کھانا کھانے کا وقت بڑا پُرلطف ہوتا پرانی طرز کے چولھوں میں لکڑیاں جلتیں امی جان کھانا بناتیں ابا جان پیڑھی پر بیٹھے ہوتے کوئلوں پر سِکی گرم روٹی اترتے ہی ابا جان ہمیں آوازیں دینا شروع کر دیتے سب اپنی اپنی پیڑھی چوکی پر سامنے تپائی رکھ کر بسم اللہ پڑھ کے بیٹھ جاتے تقسیم کا کام ابا جان کرتے امی خوشگوار سی خفگی سے کہتیں لطیف کے ابا روٹی اترتے ہی بانٹ دیتے ہیں پکا تو لینے دیا کریں۔ ہلکی پھلکی نوک جھونک مزے دار مزاح کی باتیں کوئی قصہ واقعہ سب ساتھ چلتا۔ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ کی خوشی میں سرشار رہتے۔ ابا جان خود بھی مختلف مزے دار چیزیں پکاتے قیمے کے پراٹھے، پکوڑے، مٹھائیاں اور آئس کریم کھلا کر خوش ہوتے۔ گھر میں ہمارے سامنے آئس کریم بناتے ہم سب ارد گرد بیٹھ جاتے ایک سادہ سی مشین میں برف اور نمک ڈالتے جاتے اور اس ڈبے کو گھماتے جس میں اپنی خاص ترکیب سے

تیار کیا ہوا گاڑھا دودھ ڈالتے پھر ہمارے مزے لے لے کر کھانے سے لطف لیتے۔جو بے تکلف مہمان اور رشتے دار ملنے آتے انہیں بھی باورچی خانے میں ہی بلا لیا جاتا ملاقات ہو جاتی اور کھانا بھی پیش کر دیا جاتا۔یہ انتظام بڑا آرام دہ تھا۔

ابا جان ربوہ کی ترقی دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔مساجد میں جاتے پرانے ملنے والے قادیان کی یادیں تازہ کرتے۔قادیان کے حالات سنتے دونوں طرف تشنگی تھی جو ان ملاقاتوں سے سیرابی میں بدل جاتی۔جس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر حملہ ہوا تھا ابا جان مسجد مبارک میں موجود تھے۔بہت تکلیف میں تھے۔رقت انگیز لہجے میں بآواز بلند قرآنی دعائیں پڑھتے اور ہمیں بھی دعاؤں کی تلقین کرتے۔

امی جان کا ذوقِ عبادت اور قبولیت دعا

امی جان کا دعا کا اپنا انداز تھا۔دعا میں ہلکی سی گنگناہٹ جیسی آواز آتی۔تضرع اور عاجزی سے نماز پڑھتیں ان کے چہرے پر ایک تقدس تھا۔سفید ململ کا دوپٹہ پھیلا کر اوڑھتیں۔تہجد کی پابند تھیں۔اشراق کے نوافل بھی ادا کرتیں۔ان کی سجدہ گاہ پتا نہیں ان کی کون کون سی مناجاتوں اور درد کی داستانوں کی امین تھی۔ان کے روزمرہ کے کاموں کی تقسیم اوقات ایسی ہوتی کہ عین نماز کے وقت وہ جائے نماز پر ہوتیں نماز کے وقت سے پہلے ہی تیار ہو کر انتظار میں دعائیں پڑھتی رہتیں۔رمضان المبارک کا بہت اہتمام کرتیں نماز،درس القرآن،نماز تراویح،سحری افطاری،گھر میں اور محلے میں قرآن پاک کے دور میں ہر جگہ شوق سے جاتیں۔اہتمام سے اعتکاف بیٹھتیں۔میرے میاں

ناصر صاحب نے یہ سب بھاگ دوڑ دیکھ کر کہا لگتا ہے تمہاری امی کمانڈو ہیں۔کبھی کبھی امی جان جلسہ سالانہ قادیان پر یا ویسے ملنے کے لیے ویزا لگوا کر قادیان جاتیں وہاں ان کا ذوق عبادت دیدنی ہوتا۔ بہت خواہش تھی کہ بیت الدعا میں تہجد ادا کریں مگر ہر وقت مردوں کی آمدورفت کی وجہ سے موقع نہ ملتا۔آپ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد کے پاس گئیں کہ عورتوں کے لیے بھی کچھ انتظام ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے انتظام کروادیا۔اباجان کہتے تھے اب تک جو خواتین اس سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں اس کا اجر امی جان کو ملے گا۔

ہماری تعلیم و تربیت کے لیے امی نے گھر کے صحن میں ایک 'امی سکول' بھی کھولا ہوا تھا۔ ربوہ میں ابھی بجلی نہیں آئی تھی سورج غروب ہونے کے ساتھ اندھیرے پھیل جاتے۔ یہ سکول ہمارے گھر کے کچے صحن میں چاند تاروں کی چھاؤں میں بچھی چارپائیوں پر قائم تھا۔اس کا نصاب سورتیں یاد کرنا، انبیا کرامؑ کی کہانیاں، احمدیت کی سچائی کے دلائل، بیت بازی، ناصرات کے کورسز سب کچھ بڑے خوشگوار ماحول میں اس سکول میں پڑھایا جاتا۔آج تک صحن میں چھڑکاؤ کی تازگی۔موتیا کی خوشبو۔کہکشاں کا نظارہ سب امی کی یاد میں شامل ہوجاتے ہیں۔

مڑ کر دیکھا جائے تو امی جان نے 35 سال کی عمر سے ساری ذمہ داریاں سنبھالیں اور بفضل الٰہی کامیابی سے ادا کیں میرے والدین جو ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے مسابقت فی الخیرات کے جذبہ سے زندگی حاصل کرنے لگے۔اگر امی جان میں ایمان و

توکل اور سادگی وصبر کی عادت نہ ہوتی تو ابا جی درویشی کی سعادت ہرگز نباہ نہ پاتے امی جان نے کمال ہمت حوصلے اور صبر سے بااحسن ادائیگی کا ہر چیلنج قبول کیا بلکہ ابا جان کا حوصلہ بڑھاتی رہیں اور کبھی پریشانی،طعن وتشنیع اور کم حوصلگی کا مظاہرہ نہ کیا۔

امی جان نے بڑے سخت وقت دیکھے مگر بڑے وقار کے ساتھ ان سے عہدہ برآ ہوئیں۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ایک بیٹی کی بیماری شدت اختیار کرگئی۔دوا اس لیے نہ دلا سکی تھیں کہ ہسپتال میں دو پیسے کی پرچی بنوانی پڑتی تھی اور اس وقت بچی کے علاج کے لیے مامتا دو پیسے بھی مہیا نہ کر پائی تھی۔

امی جان سے اللہ پاک کا بڑے پیار کا سلوک تھا۔اللہ پاک آپ کو بہت دلا سے دیتا۔اپنے قرب کا احساس دلاتا۔آپ کو اس تعلق کے اظہار کی عادت نہیں تھی۔زیادہ تر خاموش رہتیں۔جو ہمارے علم میں آجاتے ان بے شمار ایمان افروز واقعات میں سے کچھ بطور مثال پیش کرتی ہوں

امی جان نے بتایا کہ وہ بہت چھوٹی تھیں جب ان کی والدہ صاحبہ والد صاحب کے قبول احمدیت سے پہلے فوت ہوگئی تھیں،امی کو قلق رہتا والدہ کی مغفرت کے لیے بہت دعا کرتیں۔ایک دن جائے نماز پر ہی یہ نظارہ دیکھا کہ والد صاحب والدہ صاحبہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آرہے ہیں کہتے ہیں فکر نہ کرو تمہاری اماں میرے ساتھ ہے۔

میں چھوٹی تھی امی جان نے مجھے دفتر سے وظیفہ کی رقم لینے کے لیے بھیجا۔اس وقت ہمیں ایک مہینے کے لیے پندرہ روپے ملتے تھے۔میں نے روپے لیے اور دوپٹے کے پلو

سے باندھ لیے راستے میں بدقسمتی سے بے احتیاطی سے دی گئی گرہ کھل گئی اور رقم کہیں گر گئی۔ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کی قیمت پندرہ ہزار کے برابر ہوگی۔امی جان کو بہت تکلیف ہوئی۔دعا بھی کی خدا کی قدرت گھر میں پالے ہوئے چوزوں میں سے ایک وبائی مرض کا شکار ہو کر مر گیا۔ہم بچے اسے دفن کرنے کے لیے باہر لے کر گئے۔باہر ریت ہی ریت تھی ایک جگہ قبر کھودی تو وہاں پندرہ روپے کی وہی رقم پڑی ہوئی ملی۔خدا نے اپنی ایک عاجز بندی کی دعا منظور فرمائی اور اس کی تکلیف دور کرنے کا غیب سے سامان فرمایا۔

ایک دفعہ امتحان میں ایک بہن کا پرچہ توقع کے مطابق نہیں ہوا۔امی جان جو معمولاً ہر بچے کے لیے دعا کرتی تھیں زیادہ توجہ سے دعا کرنے لگیں۔خواب میں انہیں نمبر بتائے گئے مگر انگریزی ہندسوں میں لکھے ہونے کی وجہ سے سمجھ نہ سکیں۔سجدہ گاہ کے قریب زمین پر انگلی سے ایک ہندسہ کا نشان بنا لیا صبح اٹھ کر بتایا کہ شروع کا ہندسہ ایسا تھا۔یہ بڑی خوشخبری تھی کہ تین سو سے زائد نمبر حاصل ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے نتیجہ نکلنے پر پتہ چلا کہ نمبر تین سو سے زائد ہی ہیں۔

ایک دفعہ جب میں لاہور یونیورسٹی میں پڑھتی تھی امی کو لکھا کہ کبھی کبھی پڑھتے ہوئے کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے کھانے کے لیے جاؤں تو بہت وقت لگ جاتا ہے اگر کوئی پنجیری وغیرہ بنا کر بھجوا دیں تو مجھے بڑی سہولت ہوسکتی ہے۔امی جان کے پاس کچھ چیزیں تو تھیں گھی نہیں تھا اور نہ پیسے تھے۔درویش کی بیوی خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوگئی

ابھی نماز سے فارغ نہیں ہوئی تھیں کہ ایک پڑوسن کی آواز آئی ''یہ گھی چھوڑے جا رہی ہوں نماز کے بعد اسے سنبھال لیں'' سلام پھیر کر دیکھا تو گھی کا بھرا ہوا ایک کٹورا تھا اس سے پنجیری تیار کر کے لاہور بھجوا دی۔ بعد میں اس مہربان نے بتایا کہ اسے دیسی گھی کا تحفہ ملا تھا خدا نے اس کے دل میں ڈالا کہ اس میں سے آدھا اپنی درویش بہن کو دے آؤں۔سبحان اللہ۔

ایک واقعہ حیدر آباد کا ہے۔ایک دفعہ چھوٹے بیٹے کے پاس حیدر آباد گئیں۔شام ہوئی تو خیال آیا کہ ان کے پاس کوئی زائد چارپائی نہیں ہے سوتے وقت مشکل پیش آئے گی اور بچے میرے آرام کی خاطر خود تکلیف اٹھائیں گے کیا ہی اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ غیب سے چارپائی مہیا فرما دے۔ابھی یہ سوچ ہی رہی تھیں کہ کسی نے باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ کے ہاں مہمان آئے ہیں آپ کو چارپائی کی ضرورت ہو گی یہ چارپائی لے لیں۔اس غیبی تائید کا ذریعہ بننے والے فرشتہ سیرت بزرگ مکرم مرزا محمد ادریس صاحب سابق مربی انڈونیشیا کے والد محترم مرزا محمد اسماعیل صاحب تھے۔

امی کی کوئی لگی بندھی آمد نہیں تھی۔اللہ پاک غیب سے سامان کرتا قناعت،سیر چشمی اور کفایت سے گزارا کرتیں۔ایسے بھی ہوا کہ شدید ضرورت پڑنے پر اللہ پاک کی طرف رُخ کرنے کے لیے قرآن مجید پڑھنے بیٹھ گئیں۔کھولا تو اس میں سے بفضلِ الٰہی کبھی کے رکھے ہوئے روپے ملے۔

بچوں کے رشتوں میں اللہ پاک کی مدد کی ایک مثال لکھتی ہوں:

اباجان کی صحت کمزور ہورہی تھی امی جان چاہتی تھیں کہ پانچویں بیٹی کی شادی کی ذمہ داری ادا ہوجائے تو وہ قادیان جاکر کچھ عرصہ رہ سکیں۔سب کی شادیاں ہوچکی تھیں۔گھر میں امی جان اور چھوٹی بہن ہی رہتی تھیں آپ نے نماز میں دعا مانگی کہ اللہ پاک اپنے فضل سے کوئی مناسب رشتہ گھر بھجوادے۔ابھی نماز میں ہی تھیں کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔بہن نے دروازہ کھول کرمہمانوں کو بٹھایا۔یہ مہمان خدانے بھیجے تھے جو چھوٹی بیٹی کے رشتہ کے لیے آئے تھے۔انہوں نے بتایا کہ ہم نے مکرمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ سے رشتے کے لیے پوچھا تو انہوں نے آپ کے گھر بھیجا ہے کہا ہے کہ درویش کی بیوی نے بچیوں کو گلے سے لگا کر ان کی کمائی کا لالچ نہیں کیا اور صحیح عمر میں بچیوں کے رشتے کردیے ہیں۔آپ قسمت آزمالیں۔امی جان نے اسے اپنی دعاؤں کا جواب سمجھا اور مہمان خاتون کے اصرار پر اگلے روز ان کے ہاں گئیں۔واپس آئیں تو دروازہ بھائی جان باسط نے کھولا جو ان دنوں ملتان میں مربی تھے اور اچانک آئے تھے۔بھائی جان کو دیکھ کر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا۔کہنے لگیں بیٹی کا رشتہ دیکھ کر آرہی تھی سوچ رہی تھی کہ اس کے اباجان تو قادیان ہیں میں گھر میں اکیلی ہوں اس سلسلے میں کس سے مشورہ کروں گی اور پھر میں نے آتے آتے دعا کی کہ خدا کرے میرے گھر پہنچنے پر دروازہ میرا بیٹا کھولے اور خدا کی شان ہے کہ دروازہ کسی اور نے نہیں بلکہ تم نے ہی کھولا۔الحمدللہ۔

مذکورہ حالات میں پانچ بیٹیوں کی شادی ایک بہت ہی کٹھن اور مشکل مرحلہ تھا۔خدا

تعالیٰ کے فضل سے دعاؤں کی برکت سے بڑے وقار اور عمدگی سے اپنے اپنے وقت میں امی جان نے بیٹیوں کو دین اور دنیا کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ گھر داری کے سارے سلیقے سکھائے سلائی کڑھائی بُنائی جیسے ہنر سکھائے۔فارغ بیٹھنا پسند نہیں کرتی تھیں نہ ہی فارغ بیٹھنے دیتیں۔ہم نے امی کو گرمی کی لمبی دوپہروں میں چرخہ کاتتے دیکھا۔گھر کے سارے کام ہم بہنوں میں بانٹے ہوئے تھے۔ ہماری پڑھائی کے خیال سے اکثر کام خود ہی کرلیتیں۔سال بھر کی اجناس لیناصاف کر کے سنبھال کے رکھنا۔سب بہنوں نے اپنے اپنے وقت پر سکول کالج میں پڑھایا۔مگر تنخواہ کے لیے شادی میں دیر نہیں کی۔ پردے کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ خود بھی جیٹھ اور دیوروں سے پردہ کیا اور ہمیں بھی کزنز اور بہنو ئیوں سے پردہ کرایا۔اور یہ کئی لحاظ سے بہت اچھا کیا۔درویش کی امانت کو کما حقہ ذمہ داری سے سنبھالا اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہمیں پردے کے لیے کہنا نہیں پڑا بلکہ امی کا نمونہ دیکھ کر عمل کیا۔قرآن پاک کے اوامر ونواہی پر عمل کرتیں اور کراتیں۔اُٹھتے بیٹھتے چھوٹی چھوٹی باتیں سکھا دیتیں کبھی کھانے کی چیز یا کاغذ زمین پر پڑا ہوتو امی فوراً اُٹھانے کو کہتیں۔سنی سنائی بات آگے بڑھانے سے منع کرتیں۔ چیزیں سنبھال کے استعمال کرنا،ضائع ہونے سے بچانا اور نعمتوں پر شکر کرنا ہماری فطرت میں شامل کر دیا۔

آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔خاص طور پر کسی کو ضرورت مند دیکھ کر ہر ممکن مدد کرنے کو فرضِ منصبی سمجھ لیتیں۔تحمل سے جھگڑے نبٹانے میں بہت ماہر تھیں۔ہم نے کسی سے انہیں تلخ کلامی یا بے رُخی برتتے نہیں دیکھا۔ بڑی خندہ پیشانی سے وقت گزارا۔

آٹھ بچوں کے رشتے، شادیاں پھر سمدھیوں سے حسن سلوک پھر اپنی اگلی نسل کے بچوں کی پیار محبت سے تربیت کا بھرپور کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم پانچ بہنیں امی جان کی تربیت کی خوشبو ساتھ لیے اپنے اپنے گھروں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔

ایک مثالی بیوی کی حسن کارکردگی پر شوہر کی گواہی

خدا تعالیٰ کے فضل سے دونوں میں باہمی افہام وتفہیم وقت کے ساتھ ساتھ پہلے سے بڑھتی رہی۔ درویشی کی وجہ سے تعلق میں تقدس وعقیدت کا رنگ آ گیا۔ ہم نے اپنے گھر کو جنت کا نمونہ پایا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی بہت قدر کی۔ ابا جان ہمیں ماں کی عزت اور اطاعت کرنے کا درس دیتے۔ اور اس بات کی ہمیشہ تعریف کرتے کہ امی جان نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے جان مار محنت کی ہے۔

آپ اکثر یہ بات دُہرایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کسی لمبے سفر پر جاتے ہوئے اشرفیوں کی تھیلی اپنی بیوی کو امانتاً دے گئے۔ کئی سالوں کے بعد واپس آ کے ادھر ادھر کی باتوں میں اشرفیوں کا ذکر بھی آیا اس خاتون نے کہا کہ جلدی کیا ہے آپ کو سب کچھ بتاؤں گی پہلے نماز پڑھ آئیں وہ بزرگ مسجد میں نماز پڑھنے گئے وہاں ایک نوجوان کو درس دیتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہ بڑے بڑے لوگ عقیدت واحترام سے اس کے حلقہ درس میں شامل ہیں گھر آ کر اس نوجوان کی تعریف کی اس خاتون نے کہا کہ آپ کی اشرفیاں اس نوجوان کی جو آپ کا بیٹا ہے تعلیم وتربیت پر خرچ ہوئی ہیں۔

یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اس خاتون نے ایک بچے کی تعلیم وتربیت کی جبکہ اشرفیوں کی تھیلی بھی اس کے پاس موجود تھی مگر میری بیوی نے میرے آٹھ بچوں کی تعلیم وتربیت کی جب کہ میں تو اسے کوئی تھیلی بھی نہ دے سکا تھا۔قدردانی کے تحریری ثبوت دیکھئے:

''تمہاری امی نے میرا وہ ساتھ دیا۔ وہ احسان کئے۔ وہ وفا کی وہ دلجوئی کی ایسی غمگساری دکھائی کہ میں ساری عمران کے سامنے شرمندہ رہا اور احسان مندر ہا اور اب بھی تازیست دعا گو ہی رہوں گا۔ میرا گھر ان کی آمد سے برکتوں سے بھر گیا میری ساری اُمیدیں ان کی دعاؤں سے پوری ہوئیں میرے غم میں دل سے شریک ہو کر بے مثال غمگساری کرتیں میں ان کی یاد میں آنسو ہی نہیں خون کے آنسو بہاتا ہوں۔''

''اپنی والدہ کا ادب ملحوظ رکھیں اس کا درجہ رابعہ بصری جیسا ہے۔ بڑی ہی صالح عورت ہے گو آپ کے باپ نے اتنی قدر نہ کی جو حق تھا لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ کس قدر اخلاقِ فاضلہ کی مالک ہے اللہ تعالیٰ ہی جزا دے۔ میں تو اس کا ممنون احسان ہوں اس نے میری دنیا بسا دی ہے بلکہ بنا دی ہے۔اس نے مجھے دین میں پیش پیش کیا جو کچھ ہوا اس کا اور جو کچھ ہوگا اس کا۔ ہاں اگر مجھے کچھ ملا ہے تو اس کے طفیل۔ انشاء اللہ حالات بدلیں گے زمانہ کروٹ لے گا اپنی نیرنگیاں دکھائے گا مگر

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اور آمنہ اس کی مثال ہے''

8/ستمبر 1963ء

''یہ خط میں مسجد مبارک کے شمالی حصہ میں چار چادروں میں گھرا ہوا خدا کی گود سے تحریر کرر ہا ہوں اعتکاف کا پہلا دن ہے اور دعا کی یہ حالت ہے کہ سر خالی خالی سا معلوم ہوتا ہے۔آپ کی اور میری محبوب ترین ہستی بھی اعتکاف پر جا چکی ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی سعی کو قبول فرمائے جس عورت نے خاوند کی جان اور اپنی جان کو ایک کر دیا میں نے آنکھ بند کر کے اُس کی پیروی کی۔ جنت پالی۔ ہماری عید پر کیا پروگرام ہے روٹی لنگر سے چائے خود۔

رات عید ہونے کا فیصلہ ساڑھے دس بجے ہوا۔اعتکاف بیٹھا تھا۔بستر وغیرہ لانے میں قریباً بارہ بج گئے سونے کے لیے لیٹا تو مسجد سے ساتھ آنے والے کھٹملوں نے سونے نہ دیا کہنے لگے اتنی راتیں جاگتے رہے ہو آج کیوں سوتے ہو۔تیز روشنی کا بلب جلا کر ان کا صفایا کیا قرآن پاک کا ایک پارہ باقی تھا مکمل کیا۔جلدی سے جا کر صبح کی نماز باجماعت مشکل سے لی۔اللہ تعالیٰ کی شان، یوں معلوم ہوتا تھا فرشتے میرے لئے رات بھر عید کی خوشیاں جمع کرتے رہے ہیں عید سے قبل عید کرنے والا میں ہی تھا۔اللہ تعالیٰ عید کو میرے لئے میری قوم اور خاندان اور ملک کے لئے سارے جہاں کے لئے بابرکت فرمائے شکر ہے اعتکاف خیریت سے گزرا میرے خیمہ میں سارے معتکف جمع ہو کر کھانا کھاتے تھے مجھے بھی خدا نے اُن کی خدمت کا موقع دیا۔ایسے مواقع کا ثواب نعمت کا خورشید بن کر میرے چاندوں پر چمکے گا انشاء اللہ۔عید پر اہتمام کرتا ہوں اور

تکبیرات سے آپ کو اللہ تعالیٰ سے قریب تر کرنے کا چارا۔سو خدا تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی چادر میں ایسا چھپالے کہ کوئی ذرہ فنافی اللہ اور فنافی الرسولؐ سے باہر نہ رہے آمین یہ حج کا دن ہے اور ایسی دعائیں آج قبولیت حاصل کرتی ہیں۔"

"آپ کی والدہ ماجدہ مبارکہ مقدسہ نے میری رائے کو ہمیشہ فوقیت دی ہے خدا تعالیٰ نے ان کو ذہن رسا عنایت کیا تھا۔بچوں کی تربیت میں سارا دخل خدا کے فضل سے ان کا ہی ہے اور یہ میری خوش بختی ہے کہ یہ میرے شریک حال ہوئیں الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ اس کو اور سب اولاد کو شرف اور رضا سے نوازے اور الطاف و اکرام سے مالا مال کرے آمین۔میں کمزور تھا میرے ہر غم اور تھکان میں انہوں نے میری یوں مدد کی کہ حدّ بیان سے باہر ہے یہ الگ بات ہے کہ میں نے مناسب قدر نہ کی اور نہ کرسکتا تھا۔"

8/اگست 1966ء

"اس کی قیمت مجھ سے ادا ہی نہ کی گئی۔جب ایسا وقت آیا کہ کچھ خدمت کرسکوں تو قدرت نے الگ کر دیا میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن میں اس نعمت کا شکر ادا کرسکوں خدا کا شکر ہے کہ اس نے بہت صابر دل دے کر پیدا کیا ہے۔خواب میں دیکھا کہ حضرت نواب صاحب کی چھت پر ایک طیارہ آیا ہے میں آنسوؤں سے دعا کر رہا ہوں کہ اب تو آمنہ کو آجانا چاہیئے اب تو وہ آجائے۔خدا کی شان دیکھو کہ ڈاک دیکھی تو اس میں خبر تھی کہ ایک دلربا خوب صورت جاذبِ نظر روحانیت سے بھرپور گہری سوچ بچار میں ڈوبی آمنہ آنے والی ہے سبحان اللہ۔"

ایک اور خط میں لکھا:

''یہ درحقیقت میری محسنہ ہیں۔ میرے ساتھ جس حسنِ سلوک سے زندگی گزاری اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی دے مجھ سے تو قدر نہ ہوسکی...... پیارے بچو اگر صبر اور صلوٰۃ سے کام لو تو اللہ تعالیٰ ضرور راستہ نکال دیتا ہے تقویٰ اور صبر تو آپ کی امی کا شعار ہے ...... میرے بچوں نے اس کی گود میں ذکر الٰہی کی لوری لی۔ باوضو خاتون کا دودھ پیا۔ آپ سب بھی اس کے اوصاف اپنے اندر پیدا کریں تو درویشی میں بادشاہی کا لطف آجائے۔ اپنی والدہ سے کہیں فکر نہ کریں راضی برضا رہا کریں۔''

جہانِ فانی سے رخصتی

امی جان بہت حوصلے والی تھیں مگر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم سب نے انہیں سخت متفکر و پریشان دیکھا اور ایسا اس وقت ہوا جب ابا جان کے ہاتھ پہ تکلیف دہ دانہ نکلا۔ ابا جان کی تکلیف سے آپ بے چین ہوگئیں سب بچوں کو تاکید کرتیں کہ ابا جان کو زیادہ باقاعدگی سے خط لکھیں بزرگوں کے پاس جا کر دعا کی درخواست کرتیں قادیان سے مسلسل رابطہ رکھا خود وہاں جا کر تیمارداری کا فرض ادا کرنے کی خواہش مند تھیں وہ اپنے خاوند کے لیے ہی اتنی پریشان و بے قرار تھیں کیونکہ انہیں وہ عملاً جوانی کی عمر میں ہی خدا تعالیٰ کی خاطر چھوڑ آئی تھیں یہ پریشانی وفکر ایک درویش خاوند کو ایک درویش بیوی کا نذرانہ محبت وعقیدت تھا۔

بروز سوموار بتاریخ 9/ مارچ 1976ء گول بازار کی طرف رہنے والے تین چار رشتہ

داروں سے پیدل جا کر مل کر عصر کے وقت واپس آئیں تھکی ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود باجی رشید کو ملنے فیکٹری ایریا چلی گئیں مغرب کے بعد واپس آئیں تو کچھ گھبرائی ہوئی تھیں پاؤں کی ایڑی میں درد تھا۔آپا لطیف کو بتایا پھر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ربوہ میں ہمارے گھر اس طرح ہیں کہ ایک پلاٹ کے چار حصے ہیں آدھے حصے میں بھائی جان مجید کی فیملی اور امی۔ایک چوتھائی حصے میں بھائی جان باسط اور ایک چوتھائی حصے میں آپا کا گھر تھا۔گھروں کے درمیان راستہ تھا۔منگل کی صبح آپا کو بتایا کہ رات طبیعت خراب ہوگئی تھی پسینہ بہت آیا ضعف محسوس ہوا خود ہی قطروں والی دوا ڈال کر پی لی تھی آپا نے کہا آپ میرے پاس ہی ٹھہریں مگر امی اپنے کمرے میں سونا پسند کرتی تھیں جہاں معمولاً تہجد، فجر اور اشراق کی نماز ادا کرتیں۔اگلے دن حکیم فاروقی صاحب کو گھر پر بلایا انہوں نے دوائیں دیں۔کئی عزیز ملنے آتے رہے۔جمعہ کی صبح کو مکرم مولوی محمد شریف صاحب (مبلغ بلاد عربیہ) ملنے آئے ان کو خواب آیا تھا جس میں کسی نیک عورت کی وفات کی طرف اشارہ تھا آپ کا دھیان امی کی طرف گیا اور ملنے آ گئے۔جمعہ کی شام بے چینی محسوس ہو رہی تھی گلے پر بائیں طرف ہاتھ لگا کر بتایا کہ سانس میں مشکل ہو رہی ہے۔آدھی رات کو ڈاکٹر لطیف صاحب نے آکر دیکھا۔ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔انجیکشن دیا اور صبح ای سی جی کرانے کا کہا۔ربوہ میں موجود تین بہنیں دو بھابھیاں اور بچے امی جان کے پاس تھے۔اس تکلیف میں امی جان نے بڑے بیٹے مجید کو یاد کیا وہ کیا کرے گا اس کا خیال رکھنا پھر آپا حمیدہ کو یاد کیا جوان دنوں

افریقہ میں تھی پھر آپا کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کو مشکل میں ڈالا ہے۔ انہوں نے تسلی دلائی کہ کوئی بات نہیں بس اللہ کرے آپ ٹھیک ہو جائیں۔ مارچ کا مہینہ تھا سب بچوں کے سالانہ امتحان ہو رہے تھے۔ مگر اس وقت سب اماں جی کے ارد گرد تھے۔

صبح کی نماز کے وقت امی کی حالت بگڑ گئی پھر ڈاکٹر لطیف صاحب کو بلایا اللہ کا شکر ہے کہ وہ جلدی ہی آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب امی کو دیکھ کر نسخہ لکھ رہے تھے کہ امی کی طرف نظر گئی۔ تشویش کے ساتھ آگے بڑھے دل کی مالش شروع کی دل میں انجیکشن دیے۔ سب اللہ شافی کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ چچا جان مکرم صالح محمد صاحب اور چچا جان مکرم محمد عبد اللہ صاحب کو بھی بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی مولیٰ کریم نے ساری تکلیف سے نجات دے دی۔ 13/مارچ 1976ء کو صبح ساڑھے سات بجے اچانک امی جان کا دھڑکتا ہوا دل خاموش ہو گیا۔ راضی بہ رضا خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان دنوں ٹیلی فون مشکل سے ملا کرتا تھا کوشش کے باوجود مجھے کراچی میں اور بھائی جان مجید کو حیدر آباد میں بروقت اطلاع نہ مل سکی۔ ربوہ پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی شکر ہے آخری دیدار نصیب ہوا۔ میرے سامنے میری پیاری امی جان کو اُٹھا کر لے گئے۔

یہاں دو تین باتیں لکھتی ہوں جو امی جان کی وفات کے ساتھ اکثر یاد آ جاتی ہیں۔ بھائی جان عبد الباسط صاحب نے بتایا تھا کہ امی کہا کرتی تھیں بلکہ وعدہ لیا تھا کہ ان کی

تجہیز و تکفین و تدفین وہ اپنے ہاتھوں سے کریں مگر جب اس کا وقت آیا وہ افریقہ میں تھے۔امی جان نے انہیں اللہ کے حوالے کیا ہوا تھا۔جب پاکستان سے روانہ ہو رہے تھے تو بھابھی جان محمودہ صاحبہ کے چہرے پر اداسی دیکھ کر امی جان نے کہا تھا کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں زندگی کا کوئی اعتبار نہیں تاہم اسے اللہ پاک کی رضا کے لیے ہمت سے روانہ کر رہی ہوں۔تم بھی ہمت سے کام لو۔اس طرح امی جان نے اس بیٹے کو پہلے ہی الوداع کہہ دیا ہوا تھا۔اور فی سبیل اللہ وقف بیٹے کے لیے کسی بے چینی اور گھبراہٹ کے اظہار کی ان کے پختہ ایمان اور یقین کے ساتھ کوئی مناسبت نہ ہوتی۔

امی جان کے حجاب و حیا پر مہر کرتا ہوا یہ واقعہ بھی یاد آتا ہے کہ جب آخری بار منہ دیکھنے کے لیے رشتہ داروں کو بلایا گیا تو مکرم چچا جان صالح محمد صاحب نے کہا میں بھابھی کے لیے دعا کروں گا مگر منہ نہیں دیکھوں گا انہوں نے ساری عمر حیا داری اور پردے میں گزاری ہے۔اس کا مان رکھوں گا۔

اعلان وفات

الفضل ربوہ نے ذکر خیر کیا:

”افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم میاں عبدالرحیم صاحب دیانتؔ درویش قادیان دل کے عارضہ سے نہایت مختصر علالت کے بعد 13/مارچ بروز ہفتہ صبح ساڑھے سات بجے بعمر 67 سال ربوہ میں وفات پا کر محبوبِ حقیقی سے جا ملیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ نہایت نیک، عابدہ زاہدہ اور دعا گو خاتون تھیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت حکیم اللہ بخش صاحب آف بٹّے ہالی ضلع گورداسپور کی بیٹی تھیں۔مرحومہ کے خاوند محترم میاں عبدالرحیم صاحب دیانتؔ درویش تقسیم برصغیر کے وقت سے ہی قادیان میں بطور درویش مقیم ہیں۔مرحومہ نے گذشتہ 29 برس کا یہ طویل عرصہ بڑے صبر وشکر کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنے شوہر کی جدائی میں گزارا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے خاص فضلوں سے نوازا۔اِس عرصہ میں آٹھ بچوں کی شادیاں ہوئیں وہ سب پھلے پھولے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد سے اور دیگر دینی و دنیوی نعمتوں سے نوازا اور آپ نے اپنے وسیع خاندان کے درمیان ایک مرکزی شخصیت کی حیثیت سے زندگی گزاری۔تین بیٹوں میں سے ایک مکرم مولوی عبدالباسط صاحب شاہد بطور مبلغ اسلام کینیا (مشرقی افریقہ) میں دینی خدمات بجالا رہے ہیں۔دو بیٹے مکرم عبدالمجید صاحب نیازؔ اور مکرم عبدالسلام صاحب طاہرؔ حیدرآباد (سندھ) میں مقیم ہیں۔ پانچ بیٹیاں (امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ شیخ خورشید احمد صاحب نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ، امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ صادق محمد صاحب ایم اے ٹیچر احمدیہ سیکنڈری سکول بوؔ سیرالیون، امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ عبدالسلام صاحب ظافر ایم اے پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول واروسیرالیون، امۃ الباری صاحبہ اہلیہ ناصر احمد صاحب قریشی ڈائریکٹر محکمہ ٹیلیفون کراچی۔امۃ الشکور صاحبہ اہلیہ محمد ارشد صاحب ایم ایس سی کیمبیا سیرالیون) اور بہت سے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں مرحومہ کی یادگار ہیں۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز علالتِ طبع کی وجہ سے نمازِ جنازہ نہ پڑھا سکے اس لئے محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے 14/مارچ کی صبح ساڑھے دس بجے گول بازار میں نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب شامل ہوئے۔مرحومہ موصیہ تھیں اس لئے مقبرہ بہشتی ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔تدفین مکمل ہونے پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے دعا کرائی۔

احبابِ جماعت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے اور مرحومہ کے شوہر محترم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش کو اور دیگر تمام لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور ان کا خود حافظ و ناصر ہو۔آمین۔‘‘

(الفضل ربوہ 17/مارچ 1976ء صفحہ 6)

تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد چہارم صفحہ 488 پر آپ کی وفات کی اطلاع کے ساتھ ذکر خیر ان الفاظ میں ہے:

’’ہجرت کے ابتدائی ایام میں تین سال تک مہاجر خواتین پہلے ہزاروں کی تعداد میں اور سینکڑوں کی تعداد میں آتی رہیں ان ایام میں لجنہ مرکزیہ کی زیر نگرانی مرحومہ، حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر، لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کھانا تقسیم کرتی رہیں۔تقسیم برصغیر کے وقت سے ہی آپ کے خاوند بطور درویش قادیان میں مقیم رہے۔مرحومہ نے 29 برس کا طویل عرصہ بڑے صبر و شکر کے ساتھ محض رضائے الٰہی کی خاطر ان کی جدائی میں گزارا۔

اپنے آٹھوں بچوں کی تربیت وتعلیم اور شادیاں بہت اچھی طرح سرانجام دیں۔ اپنے بچوں کو خدمتِ سلسلہ میں وقف دیکھنے کی تڑپ تھی خود بھی لجنہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں اپنی پانچوں بیٹیوں کو بچپن سے ہی لجنہ کے کاموں میں لگا دیا اور ہمیشہ کام کرتے رہنے کی تاکید کی۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد چہارم صفحہ 488)

تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں آمنہ بیگم صاحبہ کا نمبر 722 ہے۔ (صفحہ 37)

اباجان کو چہیتی بیوی کی وفات کی خبر

دو وجود بظاہر الگ الگ رہ کر بھی ایک ہی تھے۔ باہم افہام وتفہیم اور عقیدت واحترام کا یہ عالم تھا کہ جدائی جدائی نہیں بلکہ قرب ووصال کے لیے باعث رشک بن گئی تھی لیکن دست قضا نے دونوں کے جہان ہی بدل دیے۔ ایک مہجور کے لیے زندگی کے ساتھی کی رحلت کی خبر پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے مترادف ہوسکتی ہے مگر درویش کا صبر وحوصلہ اور توکل علی اللہ دیکھیے، تہتر سال عمر، صحت کمزور، بچوں سے دور، کوٹھڑی میں تنہا، مگر راضی بہ رضا ہونے کا مثالی ردِّعمل دکھایا۔ یہ بھی درویش مرحوم سے اللہ تعالیٰ کا خاص سلوک تھا کہ اطلاع ایسے وقت میں ملی جب آپ اللہ تعالیٰ ہی کے گھر میں تھے اور نیک ساتھی غمگساری کرنے کے لیے موجود تھے۔ ڈاک کے نظام کی وجہ سے وفات کی اطلاع چار دن بعد ملی جبکہ امی کی تدفین بھی ہوچکی تھی۔ دلگداز تحریر پڑھیے:

''عزیزان!

آج مورخہ 17 مارچ1976ءکومسجد مبارک میں نماز کے بعد حضرت امیر صاحب نےمحراب میں سے مجھے آواز دی میں گیا تو آپ نے حضرت میاں وسیم احمد صاحب کا خط سب کو بٹھا کر سنایا......جس میں آپ کی والدہ صاحبہ کی وفات حسرت آیات کا ذکر تھا سب سے بڑی خوشی یہ ہوئی یہ خبر میں نے مسجد مبارک میں سنی جس کے متعلق خدا کا الہام ہے کہ سب کام جو اس میں ہوں گے مبارک ہوں گے۔سبحان اللہ مرنا کس نے نہیں لیکن ایسی مبارک ساعت اور موت قابلِ صدرشک ہے۔میں تو ایک عرصہ سے منذر خوابیں دیکھ رہا تھا۔9مارچ1976ءکو جو حضرت اقدس کا میرے خط کا جواب ملا اس کا ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ خوابوں کے منذر پہلو سے محفوظ رکھے میں خود بھی علیل رہا اور اچانک میرا دایاں ہاتھ ہی علیل ہوا......میرے ہاتھ کو اب آرام ہے اور خدا کے فضل سے صحت بھی اچھی ہے۔آپ سب کے خط بھی ملے۔عزیز مجید کا مرسلہ جائے نماز ملا بڑی اچھی فال اور دور اندیشی کی سوجھی......مسجد سے آکر فجر کے بعد سجدہ اُس پر کیا دعائے مغفرت کی اور اُس خلا اور انقلاب کو اچھے رنگ میں بدلنے کی دعا کی......اللہ تعالیٰ اُس کو غریقِ رحمت کرے اور آپ سب کو صبر اور استقلال کی توفیق دے آمین۔کتبہ اُن کی امانت سے پیسے نکلوا کر اعلیٰ درجہ کا جس پر کم از کم چار پانچ صد روپیہ لگے لگوا دینا۔دعا میری طرف سے بھی کر دینا میں خدا کے فضل سے صابر ہوں۔احمدی ہوں۔......میری تو تبلیغ کا نکتہ یہ ہے کہ خدا کے فیض کو بند کرنے والا ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوا اور اسی طرح محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کو بند کرنے والا کون ہے یہی تو خدائی ہے موت آگے پیچھے آکر ہی رہتی ہے پھر واویلا کیوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ابا جان کو جس بے مثال صبر کی توفیق دی اُس کا اجر تو خود خدائے عظیم و برتر ہے اُس نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ صابرین کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک پیارے بندے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد نے اپنے مکتوب میں آپ کے صبر کو سراہا فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اس شدید صدمہ کو بڑی پامردی اور مومنانہ ثباتِ قدم سے برداشت کیا اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا عمدہ نمونہ پیش کیا فالحمدللہ۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور اُن کی سب اولاد اور آپ کو اُن کے لئے ایسے کام کرنے کی توفیق دے جو مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ ہوں وہاں میرا سلام سب کو پہنچا دیں۔

مرزا وسیم احمد 1976ء-4-3‘‘

ابا جان کا آنکھ اور دل پر قابو

☆......5/اپریل 1976ء

’’میں نے اس وقت کے لئے 1947ء سے صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی خدا نے میری مدد کی اور مجھے اس طرح صبر و قرار کی دولت سے نوازا جس طرح یہ عظیم الشان انعام دیا تھا۔ یہ تو مولا کریم کا بے پایاں احسان ہے کہ اُس نے مجھے اس انعام کی

رفاقت عطا کی۔اگرچہ میں قادیان اور وہ ربوہ میں تھی مگر احسانِ الٰہی سے فیض یاب رہا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو اس عظیم مہربانی کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔ میری قلم قاصر ہے میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں خدا کے اس فعلی انعام پر شکر گزاری کا حق ادا کر سکوں۔سبحان اللہ۔سبحان اللہ۔سبحان اللہ۔یہ انعام جاری رہے گا۔اس باغ کی قلمیں قیامت تک پھل پھول لائیں گی میرا سینہ پرسکون ہے اللہ تعالیٰ نے باری، باسط اور دیگر پھل سیرت صورت سے بے انتہا خوبصورت عطا کر کے دین و دنیا سنوار دی۔اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر کسی تکلیف کے بلا لیا یہ کوئی کم احسان ہے۔میں کس طرح، کن الفاظ، کس دل، کس دماغ سے آپ کو رونے کی اجازت دوں اور اس احسان کو بھلا دوں بے صبری سے آنے والے انعامات کو ضائع نہ کرنا۔شکر کریں الحمدللہ کریں صدقہ خیرات سے اُس کے درجات کی بلندی کا سامان کریں۔کوئی لفظ قلم یا زبان سے ایسا نہ نکلے جو پَون صدی کی اس عنایت پر دمِ واپسیں ناشکری والا ہو آنکھ اور دل قابو میں رکھنا مشکل ہے میں نے اُس کا بھی حل نکالا ہے خط کسی کے حوالے کر دئے کہ دوبارہ ویسی حالت نہ ہو۔‘‘

’’عزیزی عبدالمجید نیاز

مرحومہ کی جن خوبیوں کا آپ نے سب بچوں نے سب لوگوں نے اور سب تعزیت کرنے والوں نے ذکر کیا ہے وہ اصل کا عشرِعشیر بھی نہیں۔مگر کیا ہم ناشکر گزار نہ ہوں گے اور آنے والی نعمتوں اور افضال کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرنے والے نہ ہوں

گے اگر بے صبری کا کوئی لفظ ادا ہو گیا۔کیا ہی اچھا ہو کہ ہم بھی اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد سامنے رکھیں ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

میرے بچے آپ کو خاص طور پر ہدایت ہے۔ بڑے ہونے کی وجہ سے اس کا زیادہ پاس کریں۔صبر والا نسخہ آزما کر دیکھیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بٹالے میں صبر کا نمونہ دکھایا تو خدا تعالیٰ نے کیسی عزت بخشی فرمایا بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے سبحان اللہ ہم کب اس قابل تھے کہ آمنہ جیسی نعمت ملتی پھر بچوں کی صورت میں جو احسانِ عظیم ہوا وہ زبان اور قلم وہ دماغ اور دل کہاں سے لاؤں جس سے شکر کا حق ادا کر سکوں۔بس الحمدللہ ثم الحمدللہ یہی ورد کچھ حق ادا کر سکتا ہے۔"

☆......13رمئی1976ء

"عزیزم مکرم عبدالمجید نیاز

خط لمبے لمبے نہ لکھا کریں مبادا منتشر جذبات میں بہہ کر ایسا لفظ سپرد قلم ہو جائے جس سے شرک کا پہلو نکلتا ہو۔جب کسی کے سامنے بیان دینے کا وقت آئے تو جس قدر کم بولا جائے اچھا رہتا ہے۔کس کو انکار ہے کہ یہ وقت بڑا صبر آزما ہوتا ہے اور پھر آپ کے لئے تو اور بھی زیادہ المیہ رکھتا تھا کئی وجوہات کی بناء پر............مگر جب زیادہ دُکھ والا واقعہ سامنے آجائے تو صبر بھی اُسی کے مطابق دکھانا موجب انعام ہوا کرتا ہے کہتے ہیں

کوئی رو رہا تھا ایک بزرگ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو فرمایا میرا دوست فوت ہو گیا ہے۔ جواب دیا پھر آپ نے فوت ہونے والے کو دوست بنایا کیوں تھا۔ سو جس قدر، جتنا عرصہ، جب تک خدا نے اور جس مطلب کے لئے خلق کیا تھا پورا کر لیا۔ تو ہر شے اس کے بعد جب وہ کام کر لیتی ہے سنبھال لی جاتی ہے۔ بعض لوگ جن پر میں حیران ہوں لکھتے ہیں صحت اچھی تھی۔ پھر لکھتے ہیں جلدی فوت ہو گئی۔ نہیں میں تو خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے اتنا بڑا انعام شدید ترین ماحول میں بھی اتنا عرصہ دیئے رکھا میں عرصہ دراز سے اُن کی اور صفات کے ساتھ صابرہ بھی لکھا کرتا تھا سو خدا نے اس کو اس کی رضا پر صبر کرنے کے نتیجے میں بہت زندگی دی۔ الحمدللہ۔ میں نے آپ سے کئی بار اور دوسروں کو بھی تحریر کیا ہے کہ میں تو پہلے سے ایسے حادثہ کی خبر سننے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا رہتا تھا۔ اکتوبر ہمارے خاندان کے لئے اور باقی سال سے ذرا تکلیف دہ ہوا کرتا ہے جب ہی ہم سب یعنی ہماری والدہ مقدسہ بھی اور والد صاحب بزرگوار بھی اس ماہ میں صدقہ خیرات اور حفظانِ صحت کا زیادہ خیال رکھتے۔ اور رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

میں بھی دسمبر میں علیل ہوا پھر جنوری میں زیادہ ہی علیل ہو گیا پھر میں نے جلدی جلدی اپنی خوابوں کی بناء پر روز دوسرے چوتھے باخذِ رسید اور خاموش صدقہ دینا بھی شروع کر دیا مگر اس طرف خیال جاتا ہی نہ تھا کہ ہونا یہ ہے۔ میں نے ان کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ 4 مارچ 1976ء کو لکھا گرم سرد کپڑے میرے پاس کافی ہیں ہاں ایک اچھی سی خوبصورت گرم چادر کی کمی ہے میں نے سب سے قیمتی جو اُس وقت اُس دکان

میں تھی خرید کر بھیج دی یہ بھی یاد آرہا ہے کہ دکان پر اُس کو لے جاتا اور کپڑا پسند کرنے کو کہتا پھر یہ پسند کر کے ہاتھ لگا کے واپس آجاتی میں خرید کر لے آتا۔ دوسری طرف یہ بھی اگر میں نے کسی وقت خود اُن کے لئے کوئی لباس خریدا تو اُنہوں نے بھی اس کو خوشی سے اور خوش کرنے کے لئے پہن لیا۔ سُنا ہے اس چادر کو ایک دفعہ یا دو دفعہ اپنے پاؤں پر لپیٹا تھا اور مجھے لکھا کہ زندگی اور صحت رہی تو اگلے سال اوڑھ لوں گی۔ مگر تقدیروں پر ہمارا ایمان ہے اور یہی ڈیوٹی ہے۔

دو چار روز سے کام میں بڑا مصروف ہوں اور صحت اچھی ہے لطیف نے لکھا کہ اب آپ کی ڈیوٹی ہے کہ ایک جوڑا روز بدلا کریں۔ میں نے تو عرصہ سے اپنا ایک اصول بنایا ہوا ہے کہ مصروف، مصروف، مصروف کہ دھیان بس عبادت ریاضت میں رہے اور آپ سب کی یاد میں نہ اُلجھوں۔

آپ سب کی خوشی کے لئے وہ سب کچھ انشاء اللہ کروں گا جو مرحومہ کرتی تھیں گو میں اُس کی گرد کو بھی نہ پاسکوں گا مگر جذبہ ضرور رکھتا ہوں۔‘‘

☆......6 جون 1976ء

’’عزیزہ باری پیاری

میں نے سلسلہ احمدیہ میں پڑھا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ ساری عمر جب بھی اپنی والدہ صاحبہ کا ذکر فرماتے یا سُنتے تو جذبات کو یوں دباتے کہ صاف دکھائی دیتا کہ اندر ایک تلاطم ہے اور آب دیدہ ہوجاتے ماں، ماں، ماں اور پھر آمنہ ماں آپ کے دل کا

حال سمجھتا ہوں۔ایک دفعہ عزیزہ شکور کے رخصتانہ کے موقع پر میں نے کہا مشہور ہے کہ

ماواں دھیاں ملن لگیاں

چارے کنداں چبارے دیاں ہلیاں

(بیٹی کی رُخصتی پر جب ماں نے بیٹی کو رُخصت کرنے کے لئے گلے سے لگایا تو گھر کی چاروں دیواریں ہلنے لگیں)

تم نے پانچ بیٹیاں رخصت کی ہیں تمہارا کیا حال ہوا ہو گا۔ واقعی دل گردہ تھا، برداشت تھی، حوصلہ تھا، فضل تھا خدا کی دین تھی، فراخ دلی تھی، نیکی تھی، تقویٰ تھا، بھروسہ تھا، دوراندیشی تھی، معاملہ فہمی تھی، محبت وشفقت تھی، صلہ رحمی کا بے مثال نمونہ تھی۔ اپنوں سے دوسروں سے گھر، پڑوس، محلہ، شہر، مضافات اور دوسرے ملکوں تک اس کے حُسنِ سلوک کی کئی کئی مثالیں دے سکتا ہوں اس کا وجود بابرکت تھا۔ اُسے میری حلیمہ ماں برکت بی بی نے پسند کیا تھا صبر تحمل صورت وسیرت میں ممیّز تھیں پھر میرے والد صاحب خدا کے فضل سے فضل محمد جن کی اُس نے بہت خدمت کی تھی۔"

☆......7 جون 1976ء

"باری پیاری کا خط بہت ہی خوب مضامین پر ملا۔ خوشی ہوئی اس میں عزیزہ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ ہماری امی اور ہمارا حق ہے کہ اُن کے اوصاف بیان کئے جائیں جب کہ آپ نے کڑا بند باندھ رکھا ہے۔ نہیں لعل! شوق سے سنو میرا ہر خط اُس کے اوصاف حمیدہ سے بھرا پڑا ہے۔ دیکھ تو لو زندگی میں جب میں صادقہ، صابرہ شاکرہ،

قانتہ اور نہ معلوم کیا کیا لکھا کرتا تو بعض لوگ برا مناتے مرحومہ بھی کہتی ایسے نہ لکھا کریں۔مگر میں تو لکھ ہی دیا کرتا تھا۔اگر آپ نے وہ خط سنبھال کر رکھے ہیں تو سارا مضمون کھل جائے گا۔کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے جیسے جملے ودیعت ہوتے ہیں جب میں بورڈ پر اعلان لکھا کرتا تھا باسط مجید گرد ہو جاتے کہ آج ابا کیا لکھنے لگے ہیں جماعت کے اکابرین نے کئی مرتبہ میرے سامنے کہا بھائی جی ان اعلانوں کو نوٹ کرلیا کریں آپ کی اولاد کے لئے یادگار رہوں گے۔حضرت خلیفۃ المسیح ؒ حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان ؓ تک بھی تعریف فرماتے اور میرے اعلانات کو شہر کا عجوبہ قرار دیتے۔

آپ کی امی کی ذات میں بہت برکت تھی بعض دفعہ اُس کی سرسری باتیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کی جاذب ہوجاتیں اُس کے مشوروں پر عمل میں برکت ہی برکت تھی۔ طبیعت میں خاکساری تھی۔کبھی کمزوری میں بھاری چیز صحن سے کمرے میں یا کمرے سے صحن میں لانی ہوتی تو مجھے ہی کہتی مگر تھکی ہوئی آواز میں منت شامل ہوتی۔چاول نفیس پرانے منگواتی اب تک چاول کے ذکر کے ساتھ آپ کی امی کی چاولوں کی پرکھ یاد آجاتی ہے۔''

24رستمبر 1976ء

''عزیزہ لطیف

آج اٹھائیسواں روزہ ہے میں مسجد مبارک میں اعتکاف بیٹھا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔اُمید ہے آج عید کا چاند نکل آئے گا۔خط لکھنا آسان نہیں ہے۔کوئی نہ کوئی یاد

تازہ ہوجاتی ہے جس سے سارا مضمون معطل ہو کے رہ جاتا ہے۔ میں آپ کی امی کو رابعہ ایک خواب کی بنا پر کہتا تھا۔ میں نے خواب دیکھا تھا کہ چینی کا ایک بے مثال سفید پیالہ ہے اُس میں خوبصورت لمبے لمبے سفید چاول پکے ہوئے ہیں چمچ بھی چمکتا ہوا سفید ہے میرے سامنے خلیل احمد (جہلمی) ہے کہتا ہوں اس کو کھالیں یہ رابعہ بصری کا پس خوردہ ہے۔ اور میری مراد آمنہ مرحومہ سے ہے۔ سو بچے میں اُس کی سیرت کی وجہ سے اُسے رابعہ ہی سمجھتا ہوں میں ایک کمزور اور گرا ہوا انسان ہوں مگر مجھ پر خدا تعالیٰ کے الطاف و اکرام دیکھو کہ ہر خط کوئی نہ کوئی خوشخبری لے کر آتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ''

☆......12 ر اگست 1976ء

''عزیزہ باری............!

آپ کا ملے جلے جذبات سے لبریز خط ملا۔ میں نے بھی اُسے ملے جلے جذبات سے پڑھا۔ بہرحال شکرگزاری نعمت عظمیٰ ہے۔ میں بستر تو بارش سے بچا کر اندر لے آیا مگر خط میری آنکھوں کی بارش سے نہ بچ سکا۔ شکرگزاری کے میٹھے پانی سے گندھا ہوا خط پڑھ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اُسی کی عطا ہوتی ہے اپنی کوشش کا رُخ اُس کی طرف کر دیں صحت، رجحان، طاقت سب صفتِ رحمانیت کے تحت آجاتی ہے۔ یہ سب اُس کی دین ہے۔ درود شریف سے طاقت حاصل کریں۔ میرا تجربہ ہے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ دعا کے آگے پیچھے درود شریف لگا دیں کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ درود شریف سُن لے اور دعا ردّ کر دے۔

آپ نے لکھا ہے بچے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کو اپنا دل کیسے دکھاؤں جو خانۂ زنبور بن گیا ہے مگر اُس کی رحمت کے حصار میں رہا ہے۔کسی نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے پوچھا کہ آپ کے سر میں سکری نہیں ہے۔حالانکہ آپ کو اتنے ہم وغم ہیں آپ نے جواب دیا جب فکر میرے پاس آتے ہیں میں منہ دوسری طرف کر لیتا ہوں۔میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ عجیب سلوک ہے۔ساری زندگی ایسا ایسا کرم دیکھا ہے کہ بیان کرنے لگوں تو کتابیں لکھ دوں۔‘‘

☆......26/جون1978ء

’’میرا بصری (باسط) آیا دیرینہ خواہش خدا نے پوری کی باپ بیٹا کس قدر خوشی کے عالم میں ہوں گے۔دن اور پھر رات برسات کے باعث کبھی کمرے میں نلکے کے پاس دونوں چار پائیاں صاف ستھرا بستر لنگر کا تبرک اور پھر قادیان دارالامان کہاں تک لکھتا جاؤں اس کی وضاحت اور نقشہ تو الفاظ میں پیش کرنا میرے بس کی بات نہیں میری تعلیم بھی واجبی اور قویٰ بھی کمزور۔

خدا رحیم و بزرگ و برتر نے اپنی خاص مشیت سے میرے جسم کو محبت،اُلفت،رحم شفقت،کے خمیرے سے گوندھا ہے۔اس سے جو بھی رَو نکلتی ہے۔وہ خود محبت سے گزر کر دوسرے عناصر پر بھی اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی جہاں خدا نے مجھے یہ لازوال دولت تازیست بخش کر احسان فرمایا۔وہاں صبر سکون اور قوتِ توکّل سے بھی خوب نہال کیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ محض بطفیل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت

احمدؑ،کسی عمل وعلم کی بناء پرنہیں محض اپنی صفتِ کریمانہ سے کیا کچھ نہ دیا۔

عید مسجد اقصیٰ میں ہوئی۔سارا ہفتہ ضروری وقارعمل کرتا رہا۔پکوڑے بنائے، گلاب جامن پر بچے بہت یاد آئے بچوں کا تقاضا بےچین کرتا رہا۔آپ کی والدہ کو دہی میں بوندیاں ڈال کر بہت پسندیدہ تھیں دن بھر رُلاتی رہیں۔جذبات لاانتہا، رات مشاعرہ ہوا۔عصر کے بعد کھیلیں۔غم غلط کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔مگر عید کیا ہو؟ دیکھو میرے بچو سلسلہ اس وقت جن حالات سے گزر رہا ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے۔اس وقت سلسلہ سے عشق ومحبت یہ تقاضا کرتا ہے کہ مرنے سے پہلے مرجاؤ۔کسی چیز سے محبت نہ کرو۔صرف الٰہی سلسلہ سے۔کسی شخص کو ترجیح نہ دو بس خدا کے ہوجاؤ...........مختصر یہ کہ عید حضور نے نہ پڑھائی اپنے نظر نہ آئے غم ہی غم تھا اس کا ضبط کرنا ایک اور پہاڑ غم۔ الحمدللہ دارالامان نصیب تھا۔‘‘

شامِ زندگی

اوائل اپریل 1979ء میں قادیان سے خالہ زاد بہن مکرمہ ناصرہ بیگم کا خط آیا جس سے ابا جان کی شدید علالت کا علم ہوا۔آپا لطیف اولین کوشش کرکے قادیان پہنچیں۔ ابا جان بہت کمزور ہوچکے تھے ان کو دیکھ بھال کی ضرورت تھی جبکہ پاکستان سے وہاں جا کر زیادہ دن ٹھہرا نہیں جا سکتا تھا۔ایک دن جب حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ابا جان سے ملنے تشریف لائے تو آپا نے اُن سے آپ کو علاج کے لیے پاکستان لے جانے کی اجازت لے لی۔ابا جان قادیان چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔جس مقدس

بستی میں زندگی گزاری تھی اسی کی خاک انہیں مرغوب تھی۔لیکن بتوفیق الٰہی قادیان پہنچانے کے وعدہ سے آپ مان گئے انہی دنوں ابا جان کے دانت میں تکلیف ہوئی جس کے علاج کے لیے امرتسر جانا پڑا مگر یہ تکلیف مالا یطاق تھی۔حالت مزید خراب ہو گئی...... بھائی جان عبد المجید نیاز صاحب چھوٹا بھائی عبد السلام باجی رشید اور پھوپھی جان حلیمہ قادیان پہنچے۔ابا جان کی خدمت کی توفیق ملی۔حضرت میاں وسیم احمد صاحب بھی مسلسل خیال رکھ رہے تھے۔بھائی جان کو ایک خط میں تحریر فرمایا:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا قادیان آنا، یہاں کے شعائر اللہ کی زیارت اور وہاں دعائیں کرنا خدا تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔اسی طرح آپ کے لئے یہ امر بھی موجب سعادت ہے خدا تعالیٰ اسے قبول فرمائے کہ آپ نے کچھ عرصہ قادیان میں قیام کر کے اپنے بزرگ والد محترم، ہمارے درویش بھائی محترم بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت کی خدمت کی توفیق پائی اور اس کی دعائیں لیں۔اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں آپ کے حق میں پوری فرمائے۔ آپ کی بڑی ہمشیرہ اس معاملہ میں آپ سب پر سبقت لے گئی ہیں خدا کرے آپ کے دوسرے بھائی بہن بھی اپنے والد محترم کی خدمت کی توفیق پائیں۔ہمارا سلام سب کو پہنچائیں۔خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنے فضل سے آپ سب کو احمدیت کا سچا خادم اور وفادار بندہ بننے کی توفیق دے۔ مرزا وسیم احمد"

کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے ابا جان کو امرتسر کے ہسپتال میں داخل کیا گیا بھائی

جان مجید اور سلام ساتھ تھے پھوپھی جان حلیمہ صاحبہ بھی امرتسر آئیں۔ابا جان ان سے مل کر بہت خوش ہوئے بھائی جان باسط برائے تبلیغ اسلام زیمبیا روانہ ہونے والے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے خصوصی اجازت حاصل کر کے مختصر وقت کے لیے ابا جان سے ملنے آئے۔حسب توفیق سب نے خدمت کی۔خاص طور پر بھائی جان مجید نے ابا جان کی بہت خدمت کی۔سب کو صحت کی اطلاع بھی دیتے رہے۔پھر ابا جان کا ویزا لگ گیا اور دونوں بھائی بہت خیال اور محنت سے ابا جان کو حیدر آباد پاکستان لے آئے۔ابا جان پہلی دفعہ حیدر آباد آئے تھے اور اپنے بیٹے کا ہنستا بستا گھر دیکھا تھا سلام اور اس کی بیوی مبارکہ اور بچوں نے خوب خدمت کی پھر آپ پہلی دفعہ ہمارے پاس کراچی آئے کمزور تھے مگر فارغ نہ رہتے۔بچوں کو دلچسپ کہانیاں سناتے۔صبح کچن کی کھڑکی سے دھوپ آتی تو میں وہاں ابا جان کے لیے کرسی رکھ دیتی۔آپ دھوپ میں بیٹھ جاتے میں کام میں لگ جاتی۔ساتھ ساتھ ہم باتیں کرتے ایک دن فرش پہ پانی گرا ہوا دیکھ کر فرمایا بیٹی دیکھنا فرش پہ پانی ہے گر نہ جانا۔میں اس وقت پانچ بچوں کی ماں تھی ایک دم لگا پاؤں پاؤں چلنے والی چھوٹی سی بچی ہوگئی ہوں اس کے بعد زندگی میں ہر پُرخطر موقع پر باپ کی شفقت سے لبریز یہ جملہ بہت رلاتا ہے۔دسمبر میں ربوہ آئے راحت منزل میں امی جان والے کمرہ میں قیام تھا ابا جان کہتے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور تمہاری امی کی روح مجھے یہاں لے آئی ہے۔اسی کمرے میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) آپ سے ملنے تشریف لائے اور محبت

بھرے انداز میں ایک درویش قادیان کو پیار کیا۔ جلسے کے مہمانوں سے مل کر خوش ہوئے۔ بھائی جان مجید کی بیٹی عزیزہ راشدہ کی شادی میں شمولیت کی۔ زمانے کے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے ملنے کے غیر معمولی سامان ہوئے۔نہ جانے آپ نے کس درد سے دعائیں کی ہوں گی جو اس طرح پوری ہوئیں۔ابا جان کی عام صحت تو ٹھیک تھی مگر کمزوری بہت بڑھ گئی تھی چچا جان صالح محمد صاحب اور چچا جان عبداللہ صاحب بھی دیکھنے آئے۔ بھائی بہنوں کے سب موجود بچوں نے خدمت کی اور دعائیں لیں۔ بھابی منصورہ صاحبہ کو بھی خدمت کا موقع ملا۔6رفروری کی رات سب ابا جان کے قریب بیٹھے تھے کہ چراغ زندگی کی لو مدھم پڑنے لگی دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے پھر آہستہ آہستہ سانس ہلکا ہونے لگا اور پھر یہ ڈوری بھی ٹوٹ گئی۔ دارالامان سے ہمارے گرد دعاؤں کے حصار بنائے رکھنے والا وجود ہمارے ابا جی ہم سے ہمیشہ کے لیے رُخصت ہو گئے اور اُس خالق حقیقی سے جا ملے جو سب سے پیارا بُلانے والا ہے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاضر جنازہ پڑھایا۔آخری خواہش، کہ قادیان میں دفن ہونا ہے، غیر معمولی رنگ میں پوری ہوئی۔آپا لطیف اور سب عزیز جنازہ لے کر لاہور پہنچے پھوپھی زاد بھائی مکرم فاروق احمد صاحب نے بہت تعاون کیا ہم نے لاہور جا کر آخری دیدار کیا دارالذکر میں نماز جنازہ پڑھائی گئی جسد خاکی کو لے کر بارڈر کراس کرنے سے پہلے کئی مشکل مراحل سے گزرنا تھا جو بخیر وخوبی انجام پائے۔

بارڈر پر قادیان سے احباب جنازہ لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ 12/فروری کو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد نے اپنے اس درویش بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ دارلامان کی مقدس مٹی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے قدموں میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

آپ کا وصیت نمبر 3061 تھا۔ آپ 1/3 کے موصی تھے۔ قطعہ نمبر الف میں مدفون ہیں۔

تمہیں سلام و دعا ہے نصیب صبح و مسا
جوارِ مرقدِ شاہ زماں میں رہتے ہو

اخبار بدر میں اعلان

''افسوس! مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت درویش وفات پا گئے۔ قادیان 8/تبلیغ (فروری)......آج ہی لاہور سے بذریعہ ٹیلی گرام یہ انتہائی افسوسناک اطلاع موصول ہوئی کہ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت درویش عرصہ قریباً آٹھ نو ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد کل 80/2/7 بروز جمعرات بعمر تقریباً 76 سال وفات پا کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنااللہ واِنا الیہ راجعون۔ لاہور سے مرحوم کا جنازہ 80-2-11 کو براستہ واہگہ بارڈر قادیان لایا جا رہا ہے۔

مکرم عبدالرحیم دیانت مرحوم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے رفیق محترم حضرت میاں فضل محمد صاحب متوطن ہرسیاں ضلع گورداسپور بعدہ مہاجر قادیان کے فرزند تھے ملکی تقسیم سے بہت عرصہ قبل مکرم بھائی جی مرحوم نے قادیان میں مٹھائی، سوڈا واٹر، اور برف وغیرہ

کی دکان کھولی اور پھر اپنی انتھک محنت، لگن اور تندہی کے باعث اس چھوٹے پیمانے کے کاروبار سے انہوں نے قادیان میں ایک معقول جائیداد بنائی جو تقسیم ملک کے بعد قادیان میں بحیثیت درویش قیام رکھنے کے باوجود محکمہ کسٹوڈین نے اپنے قبضہ میں لے لی اور ہر ممکن قانونی چارہ جوئی کے باوجود واگزار نہیں کی۔ آپ نے اس نقصان کو نہایت صبر و تحمل اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور حسب معمول اپنی ذمہ داریوں اور عہد درویشی کو انتہائی صدق وصفا اور اخلاص کے ساتھ نبھاتے رہے۔

مرحوم نہایت درجہ نیک متقی، پابند صوم وصلوٰۃ عبادت گزار اور دعا گو بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی دوسری خوبیوں کے بھی مالک تھے۔ طبیعت نہایت درجہ سادگی پسند اور نرم خُو واقع ہوئی تھی۔ ہر فن مولا ہوتے ہوئے بھی محنت ومشقت سے کبھی عار محسوس نہ کی حضرت اقدس مسیح پاکؑ سے متعلق بہت سی ایمان افروز روایات جو انہوں نے اپنے والد محترم اور سلسلہ کے دوسرے بزرگان کی زبانی سن رکھی تھیں اپنے حلقہ احباب میں بڑے دلچسپ اور روح پرور انداز میں بیان کرتے بیشتر مذہبی اور متنازعہ مسائل پر عبور رکھنے کے باعث طبیعت میں تبلیغی جذبہ وشوق بھی کارفرما تھا جس کی بنا پر بارہا تحریک وقف عارضی کے تحت دور دراز علاقوں کے تبلیغی سفر بھی اختیار کئے اور زمانہ درویشی میں عرصہ قریباً آٹھ نو ماہ تک لوکل انجمن احمدیہ میں بطور سیکریٹری تبلیغ وتربیت خدمات بھی بجالاتے رہے۔

قریباً 8۔9 ماہ قبل بیماری کا شدید حملہ ہونے پر بغرض علاج اسپتال امرتسر میں داخل کیا گیا جہاں تشخیص سے معلوم ہوا کہ ملٹی پل میلوما ہو چکا ہے۔ کافی عرصہ امرتسر میں علاج

ہوتا رہا۔ ازاں بعد ان کے عزیزان انہیں بغرض علاج و خدمت گزاری اپنے ہمراہ پاکستان لے گئے جہاں ہر ممکن علاج اور خبر گیری کی جاتی رہی مگر افسوس کہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی بالآخر تقدیرِ الٰہی غالب آئی اور مرحوم بھائی جی ہمیشہ کے لئے اس دارِفانی کو چھوڑ کر دارقرار میں جامکین ہوئے۔

مرحوم نے اپنے پیچھے نہایت ہونہار، تعلیم یافتہ اور سلسلہ کے ساتھ اخلاص ومحبت رکھنے والی جو اولاد بطور یادگار چھوڑی ہے ان میں مرحوم کے تین فرزند مکرم عبدالمجید صاحب، مکرم مولوی عبدالباسط صاحب مربی سلسلہ اور مکرم عبدالسلام صاحب نیز مرحوم کی پانچ بیٹیاں، محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ ایڈیٹر ماہنامہ مصباح، محترمہ امۃ الرشید صاحبہ، محترمہ امۃ الحمید صاحبہ، محترمہ امۃ الباری صاحبہ اور محترمہ امۃ الشکور صاحبہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے جذبہ اخلاص اور قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے انہیں اپنے قرب خاص میں بلند درجات سے نوازے اور تمام پسماندگان کو اس گہرے صدمے کو پورے صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔''

(ایڈیٹر بدر)

وہ پھول جو مرجھا گئے

محترم بدرالدین عامل صاحب اپنی کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ دوئم میں لکھتے ہیں کہ:

''1942ء میں پہلی دفعہ وہ میاں عبدالرحیم صاحب کے ساتھ تبلیغی ٹرپ پر

گورداسپور کے پاس ایک گاؤں میں گئے تھے اور اُن کی پُر لطف گفتگو سے اس قدر محظوظ ہوئے تھے کہ اگلے سال بھی آپ کی معیت میں یومِ تبلیغ منانے گھوڑے واہ گئے...

آپ بڑے طبّاع اور ذہین تھے۔ دکان کے سامنے دلچسپ اور جاذبِ نظر بورڈ لکھ کر آویزاں رکھا کرتے اپنی بنائی ہوئی مٹھائیوں کی تعریف میں بورڈ لکھتے جس میں آپ کو ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس جدّت طرازی سے کام اچھا چل نکلا۔

تلاش و جستجو آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ کئی کام کئے اور ہر کام کو کرتے ہوئے

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

مدّنظر رہا۔ بظاہر معمولی کئی اہم کام کئے مگر ان کی تہہ میں جا کر دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ روپیہ اُن پر عاشق تھا۔ اس قدر معمولی کاموں سے تقسیم ملک کے وقت وہ کم و بیش دو لاکھ روپے کی جائیداد کے مالک تھے۔''

(صفحہ 100 تا 102)

○○

درویش قادیان

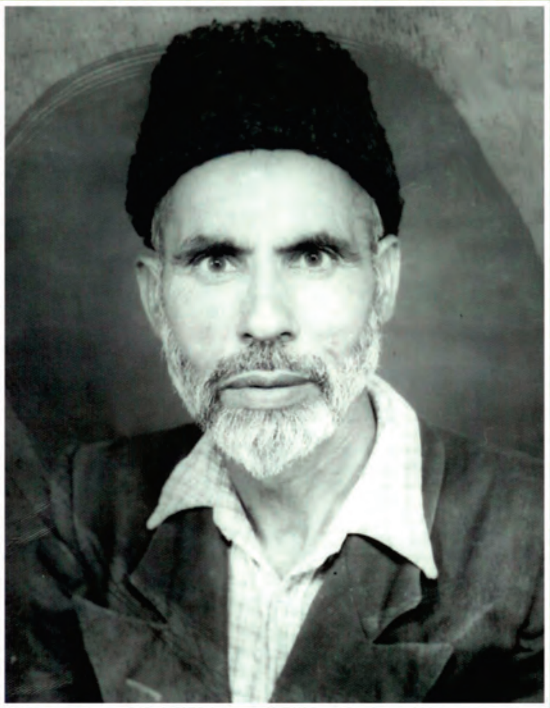

محترم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت ولد
حضرت میاں فضل محمد صاحب (ہرسیاں والے)

یہاں کا رہنا (قادیان۔ناقل) تو ایک قسم کا آستانۂ ایزدی پر رہنا ہے۔اس حوضِ کوثر سے وہ آبِ حیات ملتا ہے جس کے پینے سے حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے۔جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 463)

مبارک ہو تمہیں اس منزل محبوب میں رہنا
وہی ہے تخت گاہ احمدؐ مرسل جہاں تم ہو

تمہاری شانِ درویشی پہ قرباں تاج داری ہے
کہ محبوب خدا کے آستاں کے پاسباں تم ہو